مُرتبہ

مجلسِ نصاب کُتب (شعبۂ دینیات و اخلاقیات)

حصہ دہم

سلسلۂ کتب درسیہ سررشتہ تعلیمات

سرکار نظام الملک آصفجاہ خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ

رسالۂ دینیات

حصۂ دہم

برائے جماعت دہم

مرتبہ

مجلسِ نصاب کتب نظامت تعلیمات (شعبۂ دینیات واخلاقیات)

منظورہ

مجلسِ نصاب دینیات لازم و مجلس شعبۂ فنون جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

زیر اہتمام

دکن ٹریڈرس

مغل پورہ - حیدرآباد

قیمت: Rs. 30-00

فہرست

رسالۂ دینیات حصہ دہم

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِعِزَّتِہٖ وَجَلَالِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ"۔

ن بچوں کے لیے دینیات کی تعلیم کا جو خاکہ تیار کیا گیا تھا۔ شکر ہے کہ مسلسل چار
ی کوششوں کے بعد (دس) رسالوں کی شکل میں سامنے آگیا۔ نہ صرف ممالکِ
ہ بلکہ ہندوستان کے دُور دُور علاقوں میں دینیات کے ان رسالوں کو کافی مقبولیت
ں ہوئی۔ ملک کے اربابِ علم وبصیرت نے حوصلہ افزا لفظوں میں اپنی پسندیدگی
ظہار فرمایا۔ مختلف صوبوں کی حکومتوں نے اسلامی مکاتب کے نصاب میں ان کو
ل کیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اس مختصر مدت میں مختلف رسالوں کے متعدد
یشن ہو چکے ہیں۔

"رسالہ دہم" دینیات کے اِس جدید سلسلہ کی آخری کڑی ہے۔ اس
ہ میں طلبہ میٹرک کی دماغی بلندی کے پیشِ نظر بہ نسبت دوسرے رسالوں کے
ش کی گئی ہے کہ اسلامی عقائد واعمال کا ایک اجمالی نظام شگفتہ اور دل نشین
سرایہ میں طلبہ کے سامنے پیش کیا جائے۔ بیان میں اس کا خصوصیت کے ساتھ
ظ رکھا گیا ہے کہ ایسے تمام شکوک وشبہات جو اس زمانہ میں مذہبی عقائد کے

متعلق دلوں میں پیدا ہوئے ہیں پوری قوت سے ان کا ازالہ ہوجائے۔

اس کام کے لئے ترجمان القرآن کے ایڈیٹر مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے خدمات حاصل کئے گئے۔ مولٰنا نے انتہائی دلچسپی اور محنت کے ساتھ سادہ زبان اور سلجھے ہوئے پیرایہ میں اس کے مضامین تیار کئے۔ پھر کمیٹی کے ارکان نے غور و فکر کے ساتھ اس پر نظرِ ثانی کی اور اب اس سلسلہ کا یہ آخری رسالہ شائع کیا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کو مسلمان بچوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور عام مسلمانوں میں اس کو مقبولیت حاصل ہو۔

وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْاَمْرِ وَالتَّوْفِیْقِ۔

اصحاب ذیل کا جنہوں نے مختلف حیثیتوں سے مختلف مراحل پر اس کی تکمیل میں مدد دی ہے۔ شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مزید شکریہ کے مستحق ہیں۔ اس لیے کہ صاحبِ موصوف نے اس کتاب کی تالیف میں خاص حصہ لیا ہے۔

۱۔ الحاج مولوی سید محی الدین صاحب بی۔اے۔ بارایٹ لا۔ پرنسپل انٹرمیڈیٹ کالج اورنگ آباد۔

۲۔ الحاج مولوی عبدالقدیر صاحب صدیقی وظیفہ یاب پروفیسر کلیۃ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

۳۔ الحاج مولوی سید مناظر احسن صاحب گیلانی پروفیسر کلیۃ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

۴۔ الحاج مولوی عبدالباری صاحب ندوی پروفیسر کلیتہ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن۔

۵۔ الحاج مولوی احمد حسین صاحب امجد منتظم دفتر صدر محاسبی سرکارعالی۔

۶۔ مولوی مقصود علی صاحب مددگار انٹرمیڈیٹ کالج اورنگ آباد۔

۷۔ مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی ایڈیٹر رسالہ ترجمان القرآن۔

۸۔ مولوی عبدالرشید صاحب صدیقی۔ بی۔اے۔بی ٹی۔ سابق مددگار ناظم تعلیمات حال مہتمم تعلیمات ضلع نظام آباد۔

سیّد محمد حسین جعفری

ناظم تعلیمات ملک سرکارعالی

اَللّٰہُ اَکْبَرُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہاں بھی تو وہاں بھی تو زمیں تیری فلک تیرا
کہیں ہم نے پتہ پایا نہ ہرگز آج تک تیرا

صفات و ذات میں یکتا ہے تو اے واحدِ مطلق
نہ کوئی تیرا ثانی ہے نہ کوئی مشترک تیرا

جمالِ احمد و یوسف کو رونق تو نے بخشی ہے
ملاحت تجھ سے شیریں حسنِ شیریں میں نمک تیرا

ترے فیض و کرم سے نور و نار آپس میں یکدل ہیں
ثنا گر یک زباں ہر ایک ہے، جن و ملک تیرا

کسی کو کیا خبر کیوں خیر و شر پیدا کیے تو نے
کہ جو کچھ ہے خدائی میں وہ، لاریب و شک تیرا

نہ جلتا طور کیونکر کس طرح موسیٰ نہ غش کھاتے
کہاں یہ تاب و طاقت جلوہ دیکھے مردمک تیرا

دُعا ہے یہ کہ وقتِ مرگ اس کی مُشکل آساں ہو
زباں پر داغ کے نام آئے یارب یک بیک تیرا

(مرزا داغ)

اللہ اکبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت

ملکی الصفات یا بشری القوی — فیک ولیل انک خیر الوری

ال تیرا اور حال نشۂ وحدت میں چور — اوڑھنا تیرا خدا اور بچھونا خدا

سے بھیجا تجھے ٹاپتا پھرتا تھا جب — دشت میں بھٹکا ہوا قافلہ بے رہنما

ٹھا ہدایت کو تو عین ضرورت کے وقت — جیسے کہ ہنگام قحط قبلہ سے اٹھے گھٹا

ونے کیا سرِ حق عارف و عاصی پہ فاش — ایک کو سمجھا دیا ایک کو دکھلا دیا

چوٹ سے حق کے رہا دل نہ اچھوتا کوئی — ایک کو چرکا لگا ایک کو گھائل کیا

تجھ پہ صلوٰۃ و سلام ربِ سمٰوات سے
روز و شب صبح و شام تذرہ حالِ وحصی

(حالی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

اسلام

وجہ تسمیہ۔ لفظ "اسلام" کے معنی اسلام کی حقیقت
کفر کی حقیقت۔ کفر کے نقصانات۔ اسلام کے فوائد

وجہ تسمیہ:۔ دنیا میں جتنے مذہب ہیں ان میں سے ہر ایک کا نام یا تو اپنے بانی کے نام پر رکھا گیا ہے یا اس قوم کے نام پر جس میں وہ مذہب پیدا ہوا۔ مثلاً عیسائیت کا نام اس لئے عیسائیت ہے کہ اس کے بانی حضرت عیسیٰ تھے۔ بودھ مت کا نام اس لئے بودھ مت ہے کہ اس کے بانی مہاتما بودھ تھے۔ زردشتی مذہب کا نام اپنے بانی زردشت کے نام پر ہے۔ یہودی مذہب ایک خاص قبیلہ میں پیدا ہوا جس کا نام یہوداہ تھا۔ ایسا ہی حال دوسرے مذاہب کے ناموں کا بھی ہے۔ مگر اسلام کی خصوصیت یہ ہیکہ وہ کسی شخص یا قوم کی طرف منسوب نہیں ہے بلکہ اس کا نام ایک خاص صفت کو ظاہر کرتا ہے جو لفظ "اسلام" کے معنی میں پائی جاتی ہے۔ یہ نام خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ مذہب کسی ایک شخص کی ایجاد نہیں ہے، نہ کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کو شخص یا ملک یا قوم سے کوئی علاقہ نہیں صرف

"اسلام" کی صفت لوگوں میں پیدا کرنا اس کا مقصد ہے۔ ہر زمانے اور ہر قوم کے جن سچے اور نیک لوگوں میں یہ صفت پائی گئی ہے وہ سب "مسلم" تھے "مسلم" ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے۔

لفظ اسلام کے معنی:۔ اسلام کے معنی عربی زبان میں اطاعت اور فرمابرداری کے ہیں۔ مذہب اسلام کا نام "اسلام" اس لئے رکھا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔

اسلام کی حقیقت:۔ تم دیکھتے ہو کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں سب ایک قاعدے اور قانون کی تابع ہیں۔ چاند اور تارے سب ایک زبردست قاعدے میں بندھے ہوئے ہیں جس کے خلاف وہ بال برابر جنبش نہیں کر سکتے۔ زمین اپنی خاص رفتار کے ساتھ گھوم رہی ہے۔ اس کے لئے جو وقت اور رفتار اور راستہ مقرر کیا گیا ہے اس میں ذرا فرق نہیں آتا پانی اور ہوا اور روشنی اور حرارت سب ایک ضابطہ کے پابند ہیں۔ جمادات اور نباتات اور حیوانات میں سے ہر ایک کے لئے جو قانون مقرر ہے۔ اسی کے مطابق وہ پیدا ہوتے ہیں۔ بڑھتے اور گھٹتے ہیں جیتے اور مرتے ہیں۔ خود انسان کی حالت پر بھی تم غور کرو گے تو تم کو معلوم ہو گا کہ وہ بھی قدرت کا تابع ہے۔ جو قاعدہ اس کی پیدائش کے لئے مقرر کیا گیا ہے اسی قاعدے سے پیدا ہوتا ہے۔ جو ضابطہ اس کی زندگی کے لئے بنا دیا گیا ہے اسی کے مطابق سانس لیتا ہے پانی اور غذا اور حرارت اور روشنی حاصل کرتا ہے۔ اس کے

دل کی حرکت، اس کے خون کی گردش، اس کے سانس کی آمدورفت، اسی ضابطہ کی پابند ہے۔ اس کا دماغ اس کا معدہ اس کے پھیپھڑے اس کے اعصاب اور عضلات اس کے ہاتھ پاؤں، زبان، آنکھیں، کان اور ناک غرض اس کے جسم کا ایک ایک حصہ وہی کام کر رہا ہے جو اس کے لئے مقرر ہے اور اسی طریقہ پر کر رہا ہے جو اس کو بتادیا گیا ہے۔

یہ زبردست قانون جس کی بندش میں بڑے بڑے سیاروں سے لیکر زمین کا ایک چھوٹے سے چھوٹا ذرہ تک جکڑا ہوا ہے! ایک بہت بڑے حاکم کا بنایا ہوا قانون ہے۔ ساری کائنات اور کائنات کی ہر چیز اس حاکم کی مطیع اور فرماں بردار ہے کیونکہ وہ اسی کے بنائے ہوئے قانون کی اطاعت اور فرمابرداری کر رہی ہے اس لحاظ سے ساری کائنات کا مذہب اسلام ہے کیونکہ ہم تم کو اوپر بتلا چکے ہیں کہ خدا کی اطاعت اور فرماں برداری ہی کو "اسلام" کہتے ہیں۔ سورج اور چاند اور تارے سب مسلم ہیں۔ زمین بھی مسلم ہے۔ ہوا اور پانی اور روشنی بھی مسلم ہیں۔ درخت اور پتھر اور جانور بھی مسلم ہیں۔ اور وہ انسان بھی جو خدا کو نہیں پہچانتا، جو خدا کا انکار کرتا ہے، جو خدا کے سوا دوسروں کو پوجتا ہے جو خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتا ہے، ہاں وہ بھی اپنی فطرت اور طبیعت کے لحاظ سے مسلم ہی ہے۔ کیونکہ اس کا پیدا ہونا، زندہ رہنا اور مرنا سب کچھ خدائی قانون ہی کے ماتحت ہے۔ اس کے تمام اعضاء اور اس کے جسم کے ایک ایک رونگٹے کا مذہب اسلام ہے۔ کیونکہ وہ سب خدائی قانون کے مطابق بنتے اور بڑھتے اور حرکت

کرتے ہیں۔ حتی کہ اسکی وہ زبان بھی اصل میں مسلم ہے جس سے وہ نادانی کے ساتھ شرک اور کفر کے خیالات ظاہر کرتا ہے۔ اسکا وہ سر بھی پیدائشی مسلم ہے۔ جسکو وہ زبردستی خدا کے سوا دوسروں کے سامنے جھکاتا ہے۔ اسکا وہ دل بھی فطرتاً مسلم ہے۔ جسمیں وہ بے علمی کیوجہ سے خدا کے سوا دوسروں کی عزت اور محبت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں خدائی قانون ہی کے فرمانبردار ہیں اور انکی ہر جنبش خدا ہی کے قانون کے ماتحت ہوتی ہے۔

اب ایک دوسری نظر ڈالو۔

انسان کی ایک حیثیت تو یہ ہیکہ وہ دیگر مخلوقات کی طرح قانون قدرت کے زبردست قاعدوں سے جکڑا ہوا ہے۔ اور انکی پابندی پر مجبور ہے۔

دوسری حیثیت یہ ہیکہ وہ عقل رکھتا ہے۔ سوچنے اور سمجھنے اور رائے قائم کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ اپنے اختیار سے ایک بات کو مانتا ہے۔ دوسری بات کو نہیں مانتا۔ ایک طریقہ کو پسند کرتا ہے۔ دوسرے طریقہ کو پسند نہیں کرتا۔ زندگی کے معاملات میں اپنے ارادے سے ایک ضابطہ بناتا ہے یا دوسروں کے بنائے ہوئے ضابطہ کو اختیار کرتا ہے۔ اس حیثیت سے وہ دنیا کی دوسری چیزوں کے مانند کسی مقررہ قانون کا پابند نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اسکو اپنے خیال، اپنی رائے اور اپنے عمل میں انتخاب کی آزادی بخشی گئی ہے۔

انسان کی زندگی میں یہ دو حیثیتیں الگ الگ پائی جاتی ہیں۔

پہلی حیثیت میں وہ دنیا کی تمام دوسری چیزوں کے ساتھ پیدائشی

مسلم ہے اور مسلم ہونے پر مجبور ہے جیسا کہ ابھی تم کو معلوم ہو چکا ہے۔

دوسری حیثیت میں مسلم ہونا یا نہ ہونا اس کے اختیار میں ہے۔ اور اسی اختیار کی بناء پر انسان دو طبقوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

ایک انسان وہ ہے جو اپنے خالق کو پہچانتا ہے، اسکو اپنا آقا اور مالک تسلیم کرتا ہے اور اپنی زندگی کے اختیاری کاموں میں بھی اسی کے پسند کئے ہوئے قانون کی فرماں برداری کرتا ہے یہ پورا مسلم ہے۔ اس کا اسلام مکمل ہو گیا۔ کیونکہ اب اس کی زندگی سراسر اسلام ہے اب وہ جان بوجھ کر بھی اسی کا فرمانبردار بن گیا۔ جس کی فرماں برداری بغیر جانے بوجھے کر رہا تھا۔ اب وہ اپنے ارادے سے بھی اسی خدا کا مطیع ہے۔ جسکا مطیع بلا ارادہ تھا۔ اب اس کا علم سچا ہے کیونکہ وہ اس خدا کو جان گیا۔ جس نے اس کو جاننے اور علم حاصل کرنے کی قوت دی ہے۔ اب اس کی عقل اور اس کی رائے درست ہے کیونکہ اس نے سوچ سمجھ کر اسی خدا کی اطاعت کا فیصلہ کیا جس نے اسے سوچنے سمجھنے اور رائے قائم کرنے کی قابلیت بخشی ہے اب اس کی زبان صادق ہے۔ کیونکہ وہ اسی خدا کا اقرار کر رہی ہے۔ جس نے اس کو بولنے کی قوت عطا کی ہے۔ اب اس کی ساری زندگی میں راستی ہی راستی ہے کیونکہ وہ اختیار اور بے اختیاری دونوں حالتوں میں خدا کے قانون کا پابند ہے اب ساری کائنات سے اس کی آشتی ہو گئی کیونکہ کائنات کی ساری چیزیں جس کی بندگی کر رہی ہیں اسی کی بندگی وہ بھی کر رہا ہے۔ اب وہ زمین پر خدا کا خلیفہ (نائب) ہے۔ ساری دنیا اس کی ہے اور وہ خدا کا ہے۔

کفر کی حقیقت:۔ اس کے مقابلہ میں ایک انسان وہ ہے جو مسلم
پیدا ہوا اور اپنی زندگی میں بھی بے جانے بوجھے مسلم ہی رہا مگر اپنے علم اور
عقل کی قوت سے کام لیکر اس نے خدا کو نہ پہچانا اور اپنے اختیار کی حد میں
اس نے خدا کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ شخص کافر ہے۔ کفر کے
معنی چھپانے اور پردہ ڈالنے کے ہیں۔ ایسے شخص کو کافر اس لئے کہا جاتا ہے
کہ اس نے اپنی فطرت پر نادانی کا پردہ ڈال دیا ہے۔ وہ اسلام کی فطرت پر
پیدا ہوا ہے۔ اس کا سارا جسم اور جسم کا ہر حصہ اسلام کی فطرت پر کام کر رہا
ہے۔ اس کے گردو پیش ساری دنیا اسلام پر چل رہی ہے۔ مگر اس کی عقل
پر پردہ پڑ گیا ہے۔ تمام دنیا کی اور خود اپنی فطرت اس سے چھپ گئی ہے۔ وہ
اس کے خلاف سوچتا ہے، اس کے خلاف رائے قائم کرتا ہے، اس کے
خلاف چلنے کی کوشش کرتا ہے۔

اب تم سمجھ سکتے ہو کہ جو شخص کافر ہے وہ کتنی بڑی گمراہی میں مبتلا ہے۔

کفر کے نقصانات:۔ کفر ایک جہالت ہے بلکہ اصلی جہالت کفر ہی
ہے اس سے بڑھ کر جہالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان خدا سے ناواقف ہو
ایک شخص کائنات کے اتنے بڑے کارخانے کو رات دن چلتے ہوئے دیکھتا
ہے۔ مگر نہیں جانتا کہ اس کارخانے کو بنانے اور چلانے والا کون ہے۔ ایک
شخص خود اپنی ہستی کو دیکھتا ہے، خود اپنے جسم کی مشین سے ہر وقت کام لیتا
ہے۔ مگر نہیں جانتا کہ اس عجیب و غریب دماغ کو کس نے بنایا ہے۔ ان

حیرت انگیز آنکھوں کا موجد کون ہے ۔ وہ کونسا کاری گر ہے جس نے کوئلے
اور لوہے اور کیلسیم اور کسوڈیم اور ایسی ہی چند چیزوں کو ملا کر انسان جیسی
لاجواب مخلوق پیدا کر دی ایک شخص دنیا میں ہر طرف ایسی چیزیں اور ایسے
کام دیکھتا ہے جن میں بے نظیر انجنیری، ریاضی دانی، اور ساری دانائیوں
کے کمالات نظر آتے ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتا کہ وہ علم و حکمت اور دانش والی
ہستی کون سی ہے جس نے کائنات میں یہ سارے کام انجام دئے ہیں۔ سوچ
اور غور کرو، ایسے شخص کے لئے صحیح علم کے دروازے کیسے کھل سکتے ہیں۔
جس کو علم کا پہلا سرا ہی نہ ملا ہو۔ وہ خواہ کتنا ہی غور و فکر کرے اور کتنی ہی
تلاش و تجسس میں سر کھپائے۔ اس کو کسی شعبہ میں علم کا سیدھا اور یقینی
راستہ نہ ملے گا۔ کیونکہ اس کو شروع میں بھی جہالت کا اندھیرا نظر آئے گا۔
اور آخر میں بھی وہ اندھیرے کے سوا کچھ نہ دیکھے گا۔

کفر ایک ظلم ہے بلکہ سب سے بڑا ظلم کفر ہی ہے۔ تم جانتے ہو ظلم
کسے کہتے ہیں؟ ظلم یہ ہیکہ کسی چیز سے اس کی طبیعت اور فطرت کے خلاف
زبردستی کام لیا جائے۔ اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں۔
سب اللہ کی تابع فرمان ہیں اور ان کی فطرت ہی اسلام یعنی قانون خداوندی کی
اطاعت ہے۔ خود انسان کا پورا جسم اور اس کا ہر حصہ اسی فطرت پر پیدا ہوا
ہے۔ اللہ نے ان چیزوں پر انسان کو حکومت کرنے کا تھوڑا سا اختیار دیا ہے
، مگر ہر چیز کی فطرت یہ چاہتی ہے کہ اس سے خدا کی مرضی کے مطابق کام لیا
جائے۔ جو شخص کفر کرتا ہے وہ ان سب چیزوں سے ان کی فطرت کے خلاف

کام لیتا ہے۔ وہ اپنے سر کو زبردستی دوسروں کی بندگی میں جھکاتا ہے، حالانکہ سر بجائے خود اللہ کا بندہ ہے وہ اپنے دل میں۔ دوسروں کی بزرگی اور محبت اور خوف کے بت بٹھاتا ہے۔ حالانکہ دل کی فطرت یہ چاہتی ہے کہ اس میں خدا کی بزرگی اور محبت اور خوف ہو۔ وہ اپنے تمام اعضاء سے اور ان سب چیزوں سے جو اس کے اختیار میں ہیں۔ خدا کی مرضی کے خلاف کام لیتا ہے، حالانکہ ہر چیز کی طبیعت یہ چاہتی ہے کہ اس سے قانون خداوندی کے مطابق کام لیا جائے۔ بتاؤ کہ ایسے شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا جو اپنی زندگی میں ہر وقت ہر چیز پر حتیٰ کہ خود اپنے وجود پر بھی ظلم کرتا ہے۔

کفر صرف ظلم ہی نہیں بغاوت اور ناشکری اور نمک حرامی بھی ہے ذرا غور کرو کہ انسان کے پاس خود اپنی کیا چیز ہے؟ اپنے دماغ کو خود اس نے پیدا کیا ہے یا خدا نے؟ اپنے دل اور اپنی آنکھوں اور اپنی زبان اور اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنے تمام اعضاء کا وہ خود خالق ہے یا خدا؟ اس کے گردو پیش دنیا میں جتنی چیزیں ہیں ان کو پیدا کرنے والا خود انسان ہے یا خدا؟ ان سب چیزوں کو انسان کے لئے مفید اور کارآمد بنانا اور انسان کو ان کے استعمال کی قوت دینا خود انسان کا اپنا کام ہے یا خدا ہے؟ تم کہو گے کہ یہ سب چیزیں خدا کی ہیں۔ خدا ہی نے ان کو پیدا کیا ہے خدا ہی ان کا مالک ہے اور خدا ہی کی بخشش سے وہ انسان کو حاصل ہوئی ہیں جب اصلی حقیقت یہ ہے تو اس سے بڑا باغی کون ہوگا جو خدا کے دئے ہوئے دماغ سے خدا ہی کے خلاف سوچنے کی خدمت لے؟ خدا کے بخشے ہوئے دل میں خدا ہی کے خلاف خیالات

رکھے؟ خدا نے جو آنکھیں جو زبان جو ہاتھ پاؤں اور دوسری چیزیں اس کو
عطا کی ہیں ان کو خدا ہی کی پسند اور اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرے؟
اگر کوئی ملازم اپنے آقا کا نمک کھا کر اس سے بے وفائی کرتا ہے تو تم اس کو
نمک حرام کہتے ہو اگر کوئی سرکاری افسر اپنے بادشاہ کے دئے ہوئے
اختیارات کو خود بادشاہ ہی کے خلاف استعمال کرتا ہے تو تم اسے باغی کہتے
ہو اگر کوئی شخص اپنے محسن سے دغا کرتا ہے تو تم اس کو احسان فراموش
کہتے ہو۔ لیکن انسان کے مقابلہ میں انسان کی نمک حرامی غدّاری اور احسان
فراموشی کی حقیقت کیا ہے۔ انسان انسان کو کہاں سے رزق دیتا ہے؟ وہ
خدا ہی کا تو دیا ہوا رزق ہے بادشاہ اپنے ملازم کو جو اختیارات دیتا ہے وہ کہاں
سے آئے؟ خدا ہی نے تو اسکو بھی بادشاہ بنایا ہے۔ کوئی احسان کرنے والا
دوسرے شخص پر کہاں سے احسان کرتا ہے؟ سب کچھ خدا ہی کا تو بخشا ہوا
ہے۔ انسان پر سب سے بڑا احسان اس کی ماں اور اس کے باپ کا ہے۔ مگر
ماں باپ کے دل میں اولاد کی محبت کس نے پیدا کی؟ ماں کے سینے میں
دودھ کس نے اتارا؟ باپ کے دل میں یہ بات کس نے ڈالی کہ اپنے گاڑھے
پسینے کی کمائی گوشت پوست کے ایک بیکار لوتھڑے پر خوشی خوشی لٹا دے
اور اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں اپنا وقت، اپنی دولت اپنی آسائش
سب کچھ قربان کردے؟ اب بتاؤ کہ جو خدا انسان کا اصلی محسن ہے، حقیقی
بادشاہ ہے، سب سے بڑا پروردگار ہے اگر اسی کے ساتھ انسان کفر کرے،
اس کو خدا نہ مانے، اس کی بندگی سے انکار کرے اور اس کی اطاعت سے منہ
موڑے تو یہ کیسی سخت بغاوت، احسان فراموشی اور نمک حرامی ہوگی۔

کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ کفر سے انسان خدا کا کچھ بگاڑتا ہے جس بادشاہ کی سلطنت اتنی بڑی ہے کہ ہم بڑی سے بڑی دوربین لگا کر بھی اب تک یہ نہ معلوم کر سکے کہ وہ کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے جس بادشاہ کی طاقت اتنی زبردست ہے کہ ہماری زمین اور سورج اور مریخ اور ایسے ہی کروڑوں سیارے اس کے اشاروں پر گیند کی طرح پھر رہے ہیں جس بادشاہ کی دولت ایسی بے پایاں ہے کہ ساری کائنات میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور کوئی اس میں حصہ دار نہیں جو بادشاہ ایسا بے نیاز ہے کہ سب اسکے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں، بھلا انسان کی کیا ہستی ہے کہ اسکے ماننے یا نہ ماننے سے ایسے بادشاہ کا کوئی نقصان ہو؟ اس سے کفر اور سرکشی اختیار کر کے انسان اسکا کچھ بھی نہیں بگاڑتا البتہ خود اپنی تباہی کا سامان کرتا ہے۔

کفر اور نافرمانی کا لازمی نتیجہ یہ ہیکہ انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ناکام و نامراد ہو جائے۔ ایسے شخص کو علم کا سیدھا راستہ کبھی نہ مل سکے گا۔ کیونکہ جو علم خود اپنے خالق کو نہ جانے وہ اور کسی چیز کو صحیح جان سکتا ہے۔ اس کی عقل ہمیشہ ٹیڑھے راستے پر چلے گی۔ کیونکہ وہ عقل اپنے بنانے والے کو پہچاننے میں غلطی کرے وہ اور کسی چیز کو صحیح سمجھ سکتی ہے وہ اپنی زندگی کے سارے معاملات میں ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھائے گا اس کے اخلاق خراب ہوں گے اس کا تمدن خراب ہوگا۔ اس کی معاشرت خراب ہوگی۔ اس کی معیشت خراب ہوگی اس کی حکومت اور سیاست خراب ہوگی وہ دنیا میں فساد اور بدامنی پھیلائے گا۔ کشت و خون کریگا۔ دوسروں کے حقوق چھینے گا۔ ظلم

وستم کریگا۔ خود اپنی زندگی کو اپنے برے خیالات اور اپنی شرارت اور بداعمالی سے اپنی لئے تلخ کرلیگا پھر جب اس دنیا سے گذر کر آخرت کے عالم میں پہنچے گا تو وہ سب چیزیں جن پر تمام عمروہ ظلم کرتا رہا تھا۔ اس کے خلاف نالش کریں گے۔ اس کا دماغ اس کا دل، اسکی آنکھیں، اس کے کان، اس کے ہاتھ پاؤں، غرض اس کا رونگٹا رونگٹا خدا کی عدالت میں اس پر استغاثہ کرے گا۔ کہ اس ظالم نے تیرے خلاف بغاوت کی اور اس بغاوت میں ہم سے زبردستی کام لیا۔ وہ زمین جس پر وہ نافرمانی کے ساتھ چلا اور بسا وہ رزق جس کو اس نے ناجائز طریقوں سے کھایا، وہ دولت جو حرام سے آئی اور حرام میں خرچ کی گئی۔ وہ سب چیزیں جن پر اسنے باغی بن کر غاصبانہ تصرف کیا۔ وہ سب آلات اور اسباب جن سے اسنے اس بغاوت میں کام لیا، اس کے مقابلے میں فریادی بن کر آئیں گے اور خدا جو حقیقی منصف ہے ان مظلوموں کی دادرسی میں اس باغی کو سخت ذلت کی سزا دیگا۔ یہ ہیں کفر کے نقصانات۔

اسلام کے فائدے :۔ آو۔ اب ایک نظریہ بھی دیکھو کہ اسلام کا طریقہ اختیار کرنے میں کیا فائدہ ہے ۔ اوپر تم کو معلوم ہوچکا ہے کہ اس جہاں میں ہر طرف خدا کی خدائی کے نشانات پھیلے ہوئے ہیں۔ کائنات کا یہ عظیم الشان کارخانہ جو ایک مکمل نظام اور ایک اٹل قانون کے تحت چل رہا ہے خود اس بات پر گواہ ہے کہ اس کا بنانے اور چلانے والا ایک زبردست فرماروا ہے جس کی حکمت نہایت کامل ہے، جس کا علم ہر چیز کو شامل ہے؟ جس کی قدرت سب پر حاوی ہے، جس کی حکومت سے کوئی چیز سرتابی نہیں

سکتی۔ تمام کائنات کی طرح خود انسان کی فطرت بھی یہی ہے کہ خدا کی
اعت کرے۔ چنانچہ بے سمجھے بوجھے وہ رات دن خدا کی اطاعت کر ہی رہا
ہے۔ کیونکہ قانون قدرت کی خلاف ورزی کر کے وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔

لیکن خدا نے انسان کو علم کی قابلیت، سوچنے اور سمجھنے کی قوت،
ک و بد کی تمیز دے کر ارادے اور اختیار میں تھوڑی سی آزادی بخش دی
ہے۔ اس آزادی میں دراصل انسان کا امتحان ہے اس کے علم کا امتحان
ہے۔ اسکی عقل کا امتحان ہے۔ اس کی تمیز کا امتحان ہے اور اس بات کا
متحان ہے کہ اسے جو آزادی عطا کی گئی ہے۔ اس کی وہ کس طرح استعمال
کرتا ہے۔ اس امتحان میں کوئی ایک طریقہ اختیار کرنے پر انسان کو مجبور
ہیں کیا گیا ہے۔ کیونکہ مجبور کرنے سے امتحان کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے
خود سمجھ سکتے ہو کہ امتحان میں سوالات کا پرچہ دینے کے بعد اگر تم کو
س جواب دینے پر مجبور کر دیا جائے تو ایسے امتحان سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔
ماری اصلی قابلیت تو اسی وقت کھلے گی جب تم کو ہر قسم کا جواب دینے کا
تیار حاصل ہو۔ اگر تم نے صحیح جواب دیا تو کامیاب ہو گے اور آئندہ
قیوں کا دروازہ تمہارے لئے کھل جائے گا۔ اور اگر غلط جواب دیا تو ناکام
گے اور اپنی قابلیت سے خود ہی اپنی ترقی کا راستہ روک لو گے بالکل اسی
رح اللہ تعالی نے بھی اپنے امتحان میں انسان کو آزاد رکھا ہے کہ جو طریقہ
ہے اختیار کرے۔

اب ایک شخص تو وہ ہے جو خود اپنی اور کائنات کی فطرت کو نہیں

سمجھتا۔ اپنے خالق کی ذات وصفات کو پہچاننے میں غلطی کرتا ہے۔ اور اختیا
کی جو آزادی اس کو دی گئی ہے اس سے فائدہ اٹھاکر نافرمانی اور سرکشی
طریقہ اختیار کرتا ہے۔ یہ شخص علم اور عقل اور تمیز اور فرض شناسی
امتحان میں ناکام ہوگیا۔ اس نے خود ہی ثابت کر دیا کہ وہ ہر حیثیت سے اد
درجہ کا آدمی ہے۔ لہذا اس کا وہی انجام ہونا چاہئیے جو تم نے اوپر دیکھ لیا۔

اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا شخص ہے جو اس امتحان میں
کامیاب ہوگیا۔ اس نے علم اور عقل سے صحیح کام لیکر خدا کو جانا اور مان
حالانکہ وہ ایسا کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا تھا، اس نے نیک و بد کی تمیز میں بھی
غلطی نہ کی اور اپنے آزاد انتخاب سے نیکی ہی کو پسند کیا حالانکہ وہ بدی کی
طرف بھی مائل ہونے کا اختیار رکھتا تھا۔ اس نے اپنی فطرت کو سمجھا اپنے
خدا کے حق کو پہچانا اور نافرمانی کا اختیار رکھنے کے باوجود خدا کی فرمانبرداری
ہی اختیار کی۔ اس شخص کو امتحان میں اسی وجہ سے تو کامیابی نصیب ہوئی کہ
اس کی عقل صحیح ہے۔ اس میں صحیح علم حاصل کرنے اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی
صلاحیت ہے۔ اس کی فطرت سلیم ہے وہ حق کو حق جانتا ہے اور محض حق
ہونے کی وجہ سے اس کو قبول کرتا ہے وہ راستی اور صداقت کو پسند
کرنیوالا ہے۔ اور اپنے اصلی مالک کا فرض شناس اور فرماں بردار بندہ ہے
حالانکہ مالک نے اس کو اتنی آزادی دے رکھی تھی کہ وہ بغاوت کر سکتا تھا۔

ظاہر ہے کہ جس شخص میں یہ صفات موجود ہوں اس کو دنیا اور
آخرت دونوں میں کامیاب ہونا ہی چاہئیے۔

وہ علم اور عمل کے ہر میدان میں صحیح راستہ اختیار کرے گا۔ اس
لئے وہ شخص ذات خداوندی سے واقف ہے اور اس کی صفات کو پہچانتا ہے وہ
دراصل علم کی ابتداء کو بھی جانتا ہے اور اس کی انتہا کو بھی جانتا ہے۔ ایسا
شخص کبھی غلط راستوں میں بھٹک نہیں سکتا کیونکہ اس کا پہلا قدم بھی صحیح
پڑا ہے اور جس آخری منزل پر اس کو جانا ہے اس کو بھی وہ یقین کے ساتھ
جانتا ہے۔ اب وہ فلسفانہ غور و خوض سے کائنات کے اسرار سمجھنے کی
کوشش کرے گا۔ مگر ایک کافر فلسفی کی طرح کبھی شکوک و شبہات کی بھول
بھلیوں میں گم نہ ہوگا۔ وہ سائنس کے ذریعہ سے قدرت کے قوانین کو معلوم
کرنے کی کوشش کرے گا۔ کائینات کے چھپے ہوئے خزانوں کو نکالے گا۔
خدا نے جو قوتیں دنیا میں اور خود انسان کے وجود میں پیدا کی ہیں۔ ان سب
کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر معلوم کرے گا اور ان سے خدمت لے گا۔ زمین اور
آسمان میں جتنی چیزیں ہیں ان سب سے کام لینے کے بہتر سے بہتر طریقے
دریافت کریگا۔ مگر خداشناسی ہر موقع پر اس کی سائنس کا غلط استعمال کرنے
سے روکے گی۔ وہ کبھی اس غلط فہمی میں نہ پڑے گا۔ کہ میں ان سب چیزوں
کا مالک ہوں۔ میں نے فطرت پر فتح پالی ہے۔ میں اپنے نفع کے لئے سائنس
سے مدد لوں گا۔ دنیا کو زیر و زبر کروں گا۔ کمزوروں کو دباؤں گا۔ لوٹ مار اور
کشت و خون کر کے اپنی طاقت کا سکہ سارے جہاں میں بٹھادوں گا۔ یہ ایک
کافر سائنٹسٹ کا کام ہے۔ مسلم سائنٹسٹ جتنا زیادہ سائنس پر عبور حاصل
کرے گا۔ اتنا ہی زیادہ خدا پر اس کا یقین بڑھے گا۔ اور اتنا ہی زیادہ وہ خدا کا

شکر گزار بندہ بنے گا۔ اس کا عقیدہ یہ ہوگا کہ میرے مالک نے میری قوت اور میرے علم میں جو اضافہ کیا ہے اس سے میں اپنی تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے کوشش کروں گا اور یہی اس کا صحیح شکریہ ہے۔

اسی طرح تاریخ معاشیات، سیاسیات، قانون اور دوسرے علوم وفنون میں بھی ایک مسلم اپنی تحقیق اور جدوجہد کے لحاظ سے کافر کے مقابلہ میں کم نہ رہے گا۔ مگر دونوں کی نظر میں بڑا فرق ہوگا۔ مسلم ہر علم کے مطالعہ صحیح نظر سے کرے گا، صحیح مقصد کے لئے کریگا، اور صحیح نتیجہ پر پہنچے گا۔ تاریخ میں وہ انسان کے گذشتہ تجربوں سے ٹھیک سبق لیگا۔ اور ان کی ترقی وتنزل کے صحیح اسباب معلوم کریگا۔ ان کی تہذیب وتمدن کی مفید چیزیں دریافت کرے گا۔ ان کے نیک لوگوں کے حالات سے فائدہ اٹھائیگا۔ اوران تمام چیزوں سے بچے گا۔ جن کی بدولت پچھلی قومیں تباہ ہوگئیں۔ معاشیات میں وہ دولت کمانے اور خرچ کرنے کے لئے ایسے طریقے معلوم کرے گا۔ جن سے تمام انسانوں کا بھلا ہو۔ نہ یہ کہ ایک کا فائدہ اور بہتوں کا نقصان ہو۔ سیاسیات میں اس کی تمام توجہ اس طرف صرف ہوگی کہ دنیا میں امن اور عدل وانصاف اور نیکی وشرافت کی حکومت ہو۔ کوئی شخص یا کوئی جماعت خدا کے بندوں کو اپنا بندہ نہ بنائے۔ حکومت اور اس کی تمام طاقتوں کو خدا کی امانت سمجھا جائے اور بندگان خدا کی بہتری کے لئے استعمال کیا جائے۔ قانون میں وہ اس نظر سے غور کرے گا کہ عدل وانصاف کے ساتھ لوگوں کے حقوق مقرر کئے جائیں اور کسی صورت سے کسی پر ظلم نہ ہونے پائے۔

مسلم کے اخلاق میں خدا ترسی، حق شناسی اور راستبازی ہوگی وہ دنیا میں یہ سمجھ کر رہیگا کہ سب چیزوں کا مالک خدا ہے میرے پاس اور سب انسانوں کے پاس جو کچھ ہے خدا ہی کا دیا ہوا ہے میں کسی چیز کا حتی کہ خود اپنے جسم اور اس کی قوتوں کا بھی مالک نہیں ہوں۔ سب کچھ خدا کی امانت ہے اور اس امانت میں تصرف کرنے کا جو اختیار مجھکو دیا گیا ہے اسکو خدا ہی کی مرضی کے مطابق مجھے استعمال کرنا چاہئیے۔ ایک دن خدا مجھ سے اپنی امانت واپس لے لیگا۔ اور اسوقت مجھکو ایک ایک چیز کا حساب دینا ہوگا۔

یہ سمجھ کر جو شخص دنیا میں رہے اس کے اخلاق کا اندازہ کرو۔ وہ اپنے دل کو برے خیالات سے پاک رکھے گا۔ وہ اپنے دماغ کو برائی کی فکر سے بچائے گا۔ وہ اپنی آنکھوں کو بری نگاہوں سے روکے گا وہ اپنے کانوں کو برائی کے سننے سے باز رکھے گا وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے گا تاکہ اس سے حق کے خلاف کوئی بات نہ نکلے۔ وہ اپنے پیٹ کو حرام کے رزق سے بھرنے کے بجائے بھوکا رکھنا زیادہ پسند کریگا۔ وہ اپنے ہاتھوں کو ظلم کے لئے کبھی نہ اٹھائے گا۔ وہ اپنے پاؤں کو برائی کے راستے پر کبھی نہ چلائیگا۔ وہ اپنے سر کو باطل کے آگے کبھی نہ جھکائے گا۔ خواہ وہ کاٹ ہی کیوں نہ ڈالا جائے۔ وہ اپنی کسی خواہش اور کسی ضرورت کو ظلم اور ناحق کے واسطے سے کبھی پورا نہ کریگا۔ وہ نیکی اور شرافت کا مجسمہ ہوگا۔ حق اور صداقت کو ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھے گا اور اس کے لئے اپنی ذات کے ہر فائدے اور اپنے دل کی ہر خواہش کو بلکہ خود اپنی ذات کو بھی قربان کر دیگا۔ وہ ظلم اور ناراستی کو

ہر چیز سے زیادہ ناپسند کرے گا۔ اور کسی نقصان کے خوف یا کسی فائدے
کے لالچ میں اسکا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوگا۔

دنیا کی کامیابی بھی ایسے ہی شخص کا حصہ ہے۔

اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی معزز اور شریف نہ ہوگا۔ کیونکہ اسکا سر
خدا کے سوا کسی کے سامنے جھکنے والا نہیں اور اسکا ہاتھ خدا کے سوا کسی کے
آگے پھیلنے والا نہیں۔ ذلت ایسے شخص کے پاس کیونکر پھٹک سکتی ہے۔

اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی طاقتور ہی نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے دل
میں خدا کے سوا کسی کا خوف نہیں اور اس کو خدا کے سوا کسی سے بخشش
اور انعام کا لالچ بھی نہیں۔ کونسی طاقت ہے جو ایسے شخص کو حق اور راستی
سے ہٹا سکتی ہے اور کونسی دولت ہے جو اسکا ایمان خرید سکتی ہے۔

اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی غنی اور دولتمند بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ
عیش پرست نہیں۔ خواہشات نفس کا بندہ نہیں۔ حریص اور لالچی نہیں۔ اپنی
جائز محنت سے جو کماتا ہے اسی پر قناعت کرتا ہے اور ناجائز دولت کے ڈھیر بھی
اگر اسکے سامنے لگا دئے جائیں تو انکو حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔ یہ اطمینان
قلب کی دولت ہے جس سے بڑی کوئی دولت انسان کیلئے نہیں ہو سکتی۔

اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی محبوب اور ہر دلعزیز بھی نہ ہوگا۔
کیونکہ وہ ہر شخص کا حق ادا کریگا اور کسی کا حق نہ مارے گا۔ ہر شخص سے
نیکی کریگا۔ اور کسی کے ساتھ برائی نہ کریگا۔ ہر شخص کی بھلائی کے لئے

شش کریگا۔ اور اس کے بدلے میں اپنے لئے کچھ نہ چاہے گا۔ لوگوں کے ل آپ سے آپ اس کی طرف کھینچیں گے اور یہ شخص اس کی عزت اور بت کرنے پر مجبور ہوگا۔

اس سے بڑھ کر دنیا میں کسی کا اعتبار بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ امانت س خیانت نہ کریگا۔ صداقت سے منہ نہ موڑے گا۔ وعدہ کا سچا اور معاملہ کا ہرا ہوگا۔ اور ہر کام میں یہ سمجھ کر ایمان داری برتے گا کہ کوئی اور دیکھنے والا و یا نہ ہو مگر خدا تو سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ ایسے شخص کی ساکھ کا کیا پوچھنا؟ ن ہے جو اس پر بھروسہ نہ کریگا؟۔

ایک مسلم کی سیرت کو اگر اچھی طرح سمجھ لو تو تم کو یقین آجائیگا کہ سلم کبھی دنیا میں ذلیل اور مغلوب اور محکوم بن کر نہیں رہ سکتا وہ ہمیشہ الب اور حاکم ہی رہے گا۔ کیونکہ اسلام جو صفات اس میں پیدا کرتا ہے ان ر کوئی قوت غالب نہیں آسکتی۔

اس طرح دنیا میں عزت اور بزرگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے ند جب وہ اپنے خدا کے سامنے حاضر ہوگا۔ تو اس پر خدا اپنی نعمتوں اور حمتوں کی بارش کرے گا۔ کیونکہ جو امانت اس کے سپرد کی گئی تھی اس کا را پورا حق اس نے ادا کر دیا اور جس امتحان میں خدا نے اس کو ڈالا تھا۔ س میں وہ پورے نمبروں کے ساتھ کامیاب ہوا۔ یہ ابدی کامیابی ہے۔ ایسی امیابی جو دنیا سے لیکر آخرت تک مسلسل چلی جاتی ہے اور کہیں اس کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔

یہ اسلام ہے۔ انسان کا فطری مذہب، یہ کسی قوم اور ملک کے ساتھ خاص نہیں۔ ہر زمانے اور ہر قوم اور ہر ملک میں جو خدا شناس اور حق پسند لوگ گزرے ہیں ان کا یہی مذہب تھا۔ وہ سب مسلم تھے۔ خواہ ان کی زبان میں اس مذہب کا نام اسلام ہو یا کچھ اور۔

● الفاظ اور انکے معنی

منسوب = نسبت کیا گیا | جنبش = حرکت۔ گردش

حرارت = گرمی۔ جوش | ضابطہ = قاعدہ۔ قانون

جمادات = بے جان چیزیں | نباتات = پودے

تابع = ماتحت۔ فرمانبردار | عضلات = بدن کے ٹکڑے

بندش = گرہ۔ بندھن | مطیع = فرمانبردار

کفر = بے دینی | کشت = کھیتی باڑی

معیشت = روزی۔ روزگار | استغاثہ = داد۔ فریاد

غاصبانہ = زبردستی کسی کا حق چھیننا | تصرف = قبضہ۔ اختیار

صلاحیت = لیاقت۔ سمجھ | معزز = عزت دار

غنی = دولت مند | حریص = لالچی

خدا شناس = اللہ کو پہچاننے والا

نمک حرام = ناشکرا۔ وہ ملازم جو اپنے آقا کا بد خواہ ہو

باغی = بغاوت کرنے والا۔ نافرمان

معاشرت = کسی کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرنا۔

● سوالات

سوال۔۱ اسلام کے کیا معنی ہیں؟

سوال۔۲ اسلام کی حقیقت بیان کیجئے؟

سوال۔۳ کفر کی حقیقت تحریر کیجئے؟

سوال۔۴ کفر کے نقصانات کیا ہیں؟

سوال۔۵ اسلام کے فائدے کیا ہیں تفصیل سے لکھئے؟

باب دوم

ایمان اور اطاعت

اطاعت کے لئے علم اور یقین کی ضرورت۔ ایمان کی تعریف۔ علم حاصل ہونے کا ذریعہ۔ ایمان بالغیب

اطاعت کے لئے علم اور یقین کی ضرورت:۔ پچھلے باب میں تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام دراصل پروردگار عالم کی اطاعت کا نام ہے اساطاعت کے لئے چند باتوں کے علم اور یقین کی ضرورت ہے۔

سب سے پہلے انسان کو خدا کی ہستی کا پورا یقین ہونا چاہئیے۔ اس کے ساتھ خدا کی صفات کا علم بھی ضروری ہے۔ جو شخص خدا کی ہستی کا یقین نہ رکھتا ہو وہ اس کی اطاعت کس طرح کر سکتا ہے۔ جس شخص کو یہ نہ معلوم ہو کہ خدا ایک ہے اور خدائی میں کوئی اس کا شریک نہیں وہ دوسروں کے سامنے سر جھکانے اور ہاتھ پھیلانے سے کیونکر بچ سکتا ہے۔ جس شخص کو اس بات کا یقین نہ ہو کہ خدا سب کو دیکھنے اور سننے والا ہے اور ہر چیز کی خبر رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو خدا کی نافرمانی سے کیسے روک سکتا ہے۔ اس بات پر جب تم غور کرو گے تو تم کو معلوم ہو گا کہ خیالات اور اخلاق و افعال میں

لام کے سیدھے رستے پر چلنے کے لئے انسان میں جن صفات کا ہونا
وری ہے وہ صفات اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہو سکتیں جب تک کہ
کو خدا کی صفات کا ٹھیک ٹھیک علم نہ ہو۔ اور یہ علم بھی محض جان لینے
ی حد تک نہ رہے بلکہ اس کو یقین کے ساتھ دل میں بیٹھ جانا چاہئیے۔
انسان کا دل اس کی مخالف خیالات سے اور اس کی زندگی اس علم کے
ف عمل کرنے سے محفوظ رہے۔

اس کے بعد انسان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئیے کہ خدا کی مرضی کے
ق زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ کس بات کو خدا پسند کرتا ہے
اسے اختیار کیا جائے۔ اور کس بات کو خدا ناپسند کرتا ہے تاکہ اس سے
ز کیا جائے۔ اس غرض کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو خدائی قانون
خدائی ضابطہ سے پوری واقفیت ہو۔ اور اس کے متعلق وہ پورا یقین
تا ہو کہ یہی خدائی قانون اور خدائی ضابطہ ہے۔ اور اسی کی پیروی سے خدا
شنودی حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اگر اس کو سرے سے علم ہی نہ ہو
اطاعت کس چیز کی کریگا؟ اور اگر علم تو ہو لیکن پورا یقین نہ ہو یا دل
خیال ہو کہ اس قانون اور ضابطہ کے سوا دوسرا قانون اور ضابطہ بھی
ت ہو سکتا ہے تو وہ اس کی ٹھیک ٹھیک پابندی کیسے کر سکتا ہے؟

پھر انسان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئیے کہ خدا کی مرضی کے خلاف چلنے
اس کے پسند کئے ہوئے ضابطہ کی اطاعت نہ کرنے کا انجام کیا ہے اور
کی فرماں برداری کرنے کا انعام کیا ہے۔ اس غرض کے لئے ضروری ہے

کہ آخرت کی زندگی اور خدا کی عدالت میں پیش ہونے اور وہاں اطاعت
انعام اور نافرمانی کی سزا پانے کا پورا علم اور یقین ہو۔ جو شخص آخرت
زندگی سے ناواقف ہے وہ تو اطاعت اور نافرمانی دونوں کو بے نتیجہ سمجھتا
۔ اس کا خیال تو یہ ہیکہ آخر میں اطاعت کرنے والا اور نہ کرنے والا دونو
برابر ہی رہیں گے۔ کیونکہ دونوں خاک ہو جائیں گے۔ پھر اس سے کیوں
امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اطاعت کی پابندیاں اور تکلیفیں برداشت کرنا قبو
کریگا اور ان گناہوں سے پرہیز کرے گا۔ جن سے اس دنیا میں کوئی نقص
پہنچنے کا اس کو اندیشہ نہیں ہے۔ ایسے عقیدے کے ساتھ انسان خد
قانون کا مطیع کبھی نہیں ہو سکتا اسی طرح وہ شخص بھی اطاعت میں ثا
قدم نہیں ہو سکتا جسے آخرت کی زندگی اور خدائی عدالت میں پیشی کا علم
ہے مگر یقین نہیں۔ اس لئے کہ شک اور تردد کے ساتھ انسان کسی بات
جم نہیں سکتا۔ تم ایک کام کو دل لگا کر اسی وقت کر سکو گے۔ جب تم کو یقین
کہ یہ کام فائدہ بخش ہے اور دوسرے کام سے پرہیز کرنے میں بھی
وقت مستقل رہ سکتے ہو۔ جب تمھیں پورا یقین ہو کہ یہ کام نقصان دہ
لہذا معلوم ہوا کہ ایک طریقے کی پیروی کیلئے اس کے انجام اور نتیجہ کا علم
بھی ضروری ہے اور یہ علم ایسا ہونا چاہئیے جو یقین کی حد تک پہنچا ہوا ہو۔

ایمان کی تعریف:۔ اوپر کے بیان میں جس چیز کو ہم نے علم
یقین سے تعبیر کیا ہے۔ اسی کا نام "ایمان" ہے ایمان کے معنی جاننے
ماننے کے ہیں۔ جو شخص خدا کی وحدانیت اور اس کی حقیقی صفات اور

کے قانون اور اس کی جزا اور سزا کو جانتا ہو اور دل سے اس پر یقین رکھتا
ہو اس کو مومن کہتے ہیں اور ایمان کا نتیجہ یہ ہیکہ انسان "مسلم" یعنی خدا کا
مطیع و فرماں بردار ہو جائے۔

ایمان کی اس تعریف سے تم خود یہ سمجھ سکتے ہو کہ ایمان کے بغیر کوئی
انسان "مسلم" نہیں ہو سکتا۔ اسلام اور ایمان کا تعلق وہی ہے جو درخت کا
تعلق بیج سے ہوتا ہے۔ بیج کے بغیر تو درخت پیدا ہی نہیں ہوتا۔ البتہ یہ
ہو سکتا ہے کہ بیج زمین میں بویا جائے۔ مگر زمین خراب ہونے کی وجہ سے یا
آب وہوا اچھی نہ ملنے کی وجہ سے درخت ناقص نکلے۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی
شخص سرے سے ایمان ہی نہ رکھتا ہو تو یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ
"مسلم" ہو۔ البتہ یہ ضرور ممکن ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان ہو مگر
اپنی طبیعت کی کمزوری سے یا ناقص تعلیم و تربیت اور بری صحبت کے اثر
سے وہ پورا اور پکا مسلم نہ ہوا۔

ایمان اور اسلام کے لحاظ سے تمام انسانوں کے چار درجے ہیں۔

ایک وہ جو ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کا ایمان انہیں خدا کے احکام کا
پورا مطیع بنا دیتا ہے۔ جس بات کو خدا ناپسند کرتا ہے وہ اس سے اس
طرح بچتے ہیں جیسے کوئی شخص آگ کو ہاتھ لگانے سے بچتا ہے اور جس بات
کو خدا پسند کرتا ہے وہ اس کو ایسے شوق سے کرتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص
دولت کمانے کے لئے شوق سے کام کرتا ہے۔ یہ اصلی مسلمان ہے۔

دوسرے وہ جو ایمان تو رکھتے ہیں مگر ان کا ایمان اتنا طاقتور نہیں کہ انہیں پوری طرح خدا کا فرماں بردار بنادے یہ اگرچہ کم تر درجہ کے لوگ ہیں۔ لیکن بہر حال مسلم ہیں یہ اگر نافرمانی کرتے ہیں تو اپنے جرم کے لحاظ سے سزا کے مستحق ہیں۔ مگر ان کی حیثیت مجرم کی ہے۔ باغی کی نہیں ہے۔ اسلئے کہ یہ بادشاہ کو بادشاہ مانتے ہیں۔ اور اسکے قانون کو قانون تسلیم کرتے ہیں۔

تیسرے وہ جو ایمان نہیں رکھتے مگر بظاہر ایسے عمل کرتے ہیں جو خدائی قانون کے مطابق نظر آتے ہیں۔ یہ دراصل باغی ہیں ان کا ظاہری عمل حقیقت میں خدا کی اطاعت اور فرمابرداری نہیں ہے اس لئے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ ان کی مثال ایسے شخص کی سی ہے۔ جو بادشاہ کو بادشاہ نہیں مانتا اور اس کے قانون کو قانون ہی تسلیم نہیں کرتا یہ شخص اگر بظاہر ایسا عمل کر رہا ہو جو قانون کے خلاف نہ ہو تو تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بادشاہ کا وفادار اور اس کے قانون کا پیرو ہے۔ اس کا شمار تو بہر حال باغیوں ہی میں ہوگا۔

چوتھے جو ایمان بھی نہیں رکھتے اور عمل کے لحاظ سے بھی شریر اور بدکار ہیں۔ یہ سب سے بدتر درجے کے لوگ ہیں کیونکہ یہ باغی بھی ہیں اور مفسد بھی۔

انسانی طبقوں کی اس تقسیم سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ایمان ہی پر دراصل انسان کی کامیابی کا انحصار ہے۔ اسلام خواہ وہ کامل ہو یا ناقص، صرف ایمان کے بیج سے پیدا ہوتا ہے۔ جہاں ایمان نہ ہوگا وہاں اسلام کے بجائے کفر ہوگا۔ جس کے دوسرے معنی خدا سے بغاوت کے ہیں۔ خواہ وہ بدتر درجہ کی بغاوت ہو یا کم تر درجہ کی۔

علم حاصل ہونے کا ذریعہ :۔ اطاعت کے لئے ایمان کی ضرورت تم کو معلوم ہو گئی۔ اب سوال یہ ہیکہ خدا کی صفات اور اس کے پسندیدہ قانون اور آخرت کی زندگی کے متعلق صحیح علم اور ایسا علم جس پر یقین کیا جاسکے کس ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ کائنات میں ہر طرف خدا کی کاری گری کے آثار پھیلے ہوئے ہیں او اس بات پر گواہی دے رہے ہیں کہ اس کارخانے کو ایک ہی کاریگر نے بنایا ہے اور وہی اس کو چلا رہا ہے۔ ان آثار میں اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے جلوے نظر آتے ہیں۔ اس کی حکمت اس کا علم، اس کی قدرت، اس کا رحم اس کی پروردگاری اس کا قہر غرض کونسی صفت ہے جس کی شان اس کے کاموں میں نمایاں نہیں ہے۔ مگر انسان کی عقل اور اس کی علمی قابلیت نے ان چیزوں کے دیکھنے اور سمجھنے میں اکثر غلطی کی ہے یہ سب آثار آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔ اور ان کے باوجود کسی نے کہا کہ دو خدا ہیں۔ کسی نے کہا تین ہیں۔ کسی نے بے شمار خدا مان لئے۔ کسی نے خدائی کے ٹکڑے کر دئے۔ اور کہا ایک بارش کا خدا ہے، ایک ہوا کا خدا ہے، ایک آگ کا خدا ہے، غرض ایک ایک قوت کے الگ الگ خدا ہیں۔ اور ایک خدا ان سب کا سردار ہے۔ اس طرح خدا کی ذات و صفات کو سمجھنے میں لوگوں کی عقل نے بہت دھوکے کھائے ہیں۔ جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

آخرت کی زندگی کے متعلق بھی لوگوں نے بہت سے غلط خیالات

قائم کیۓ ہیں کسی نے کہا "انسان مر کر مٹی ہو جائے گا" پھر اس کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ کسی نے کہا کہ انسان بار بار اس دنیا میں جنم لے گا اور اپنے اعمال کی سزا یا جزا پائے گا۔

خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے جس قانون کی پابندی ضروری ہے اسکو تو خود اپنی عقل سے بنانا اور بھی زیادہ مشکل ہے۔

اگر انسان بہت صحیح عقل رکھتا ہو اور اس کی علمی قابلیت نہایت اعلی درجہ کی ہو تب بھی سالہا سال کے تجربے اور غور و خوض کے بعد وہ کس حد تک ان باتوں کے متعلق صحیح رائے قائم کر سکیگا۔ اور پھر بھی اس کو کامل یقین نہ ہو گا کہ اس نے پورا پورا حق معلوم کر لیا ہے۔ اگرچہ عقل اور علم کا پورا امتحان تو اسی طرح ہو سکتا تھا کہ انسان کو بغیر کسی ہدایت کے چھوڑ دیا جاتا، پھر جو لوگ اپنی کوشش و قابلیت سے حق اور صداقت تک پہنچ جاتے وہی کامیاب ہوتے اور جو نہ پہنچتے وہ ناکام رہتے۔ لیکن اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو ایسے سخت امتحان میں نہیں ڈالا۔ اس نے اپنی مہربانی سے خود انسانوں ہی میں ایسے انسان پیدا کئے جن کو اپنی اصلی صفات کا صحیح علم دیا۔ وہ طریقہ بھی بتایا جس سے انسان دنیا میں خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر سکتا ہے، آخرت کی زندگی کے متعلق بھی صحیح واقفیت بخشی، اور ان کو ہدایت کی کہ دوسرے انسانوں کو یہ علم پہنچادیں یہ اللہ کے پیغمبر ہیں جس ذریعہ سے خدا نے ان کو علم دیا ہے۔ اس کا نام وحی ہے اور جس کتاب میں ان کو یہ علم دیا گیا ہے۔ اس کو اللہ کی کتاب اور اللہ کا کلام

ہیں۔ اب انسان کی عقل اور اس کی علمی قابلیت کا امتحان اس میں ہے
وہ پیغمبر کی پاک زندگی کو دیکھنے اور اس کی اعلیٰ تعلیم پر غور کرنے کے
اس پر ایمان لاتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ صحیح عقل اور صحیح فطرت رکھتا ہے
سچی بات اور سچے انسان کی تعلیم کو مان لیگا اور امتحان میں کامیاب ہو جائے
اور اگر اس نے نہ مانا تو انکار کے معنی یہی ہونگے کہ اس میں حق اور
صداقت کو سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ انکار اس کو
امتحان میں ناکام کر دیگا اور وہ خدا اور اس کے قانون اور آخرت کی زندگی
کے متعلق کبھی کوئی صحیح علم حاصل نہ کر سکیگا۔

ایمان بالغیب:۔ دیکھو جب تم کو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا تو تم علم
رکھنے والے کو تلاش کرتے ہو اور اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہو۔ تم بیمار
ہو تو خود اپنا علاج نہیں کر لیتے بلکہ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہو، ڈاکٹر کا سند یافتہ
ہونا، اس کا تجربہ کار ہونا، اس کے ہاتھ سے بہت سے مریضوں کا شفایاب
ہونا، یہ ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے تم ایمان لے آتے ہو کہ تمھارے
علاج کے لئے جس لیاقت کی ضرورت ہے وہ اس ڈاکٹر میں موجود ہے۔ اسی
ایمان کی بناء پر وہ جس دوا کو جس طریقہ سے استعمال کرنے کی ہدایت کرتا
ہے۔ اس کو تم استعمال کرتے ہو اور جس چیز سے پرہیز کا حکم دیتا ہے اس
سے پرہیز کرتے ہو اسی طرح قانون کے معاملہ میں تم وکیل پر ایمان لاتے
ہو اور اس کی اطاعت کرتے ہو۔ تعلیم کے مسئلے میں استاد پر ایمان لاتے ہو
اور جو کچھ تمھیں بتاتا ہے اس کو مانتے چلے جاتے ہو۔ تمھیں کہیں جانا ہو اور

راستہ معلوم نہ ہو تو کسی واقف کار پر ایمان لاتے ہو اور جو راستہ وہ تم
بتاتا ہے اسی پر چلتے ہو۔ غرض دنیا کے ہر معاملہ میں تم کو واقفیت اور ع
حاصل کرنے کے لئے کسی جاننے والے آدمی پر ایمان لانا پڑتا ہے اور اس
اطاعت کرنے پر مجبور ہوتے ہو۔ اسی کا نام ایمان بالغیب ہے۔

ایمان بالغیب کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو کچھ تم کو معلوم نہیں ہے اس
علم تم جاننے والے سے حاصل کرو اور اس پر یقین کرلو۔ خدا تعالیٰ کی ذا
اور صفات سے تم واقف نہیں ہو۔ تم کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے فر
اس کے حکم کے ماتحت تمام عالم کا کام کر رہے ہیں۔ اور تم کو ہر طر
گھیرے ہوئے ہیں۔ تم کو یہ بھی خبر نہیں کہ خدا کی مرضی کے مطابق زند
بسر کرنے کا طریقہ کیا ہے تم کو آخرت کی زندگی کا بھی صحیح حال معلوم نہیں
ان سب باتوں کا علم تم کو ایک ایسے انسان سے حاصل ہوتا ہے جس
صداقت راستبازی، خدا ترسی، نہایت پاک زندگی اور نہایت حکیمانہ باتوں
دیکھ کر تم تسلیم کر لیتے ہو کہ وہ جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے اور اسکی باتیں یقین
لانے کے قابل ہیں یہی ایمان بالغیب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس
مرضی کے مطابق عمل کرنے کے لئے ایمان بالغیب ضروری ہے کیو
پیغمبر کے سوا کسی اور ذریعہ سے تم کو صحیح علم حاصل ہو نہیں سکتا ا
صحیح علم کے بغیر تم اسلام کے طریقہ پر ٹھیک چل نہیں سکتے۔

الفاظ اور انکے معنی

اطاعت	= بندگی	قہر	= غضب
خوشنودی	= خوشی۔ رضامندی	پیروی	= تقلید۔ فرمانبرداری
مطیع	= اطاعت کرنیولا	صداقت	= سچائی
تعبیر	= خواب کا نتیجہ بیان کرنا		

سوالات

سوال۔۱ اطاعت کے لئے علم و یقین کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟

سوال۔۲ ایمان کی تعریف کیجئیے؟

سوال۔۳ ایمان اور اسلام کے لحاظ سے تمام انسانوں کے کتنے درجے ہیں؟ اور ہر درجے کے بارے میں تفصیل سے لکھئیے؟

سوال۔۴ علم حاصل ہونے کا ذریعہ کیا ہے تفصیل سے لکھئیے؟

سوال۔۵ ایمان بالغیب کی تعریف کیجئیے؟

سوال۔۶ مومن کسے کہتے ہیں؟

باب سوم

نبوت

پیغمبر کی حقیقت۔ پیغمبر کی پہچان۔ پیغمبر کی اطاعت۔ پیغمبر پر ایمان لانے کی ضرورت۔ پیغمبری کی مختصر تاریخ۔ حضرت محمدؐ کی نبوت۔ نبوت محمدیؐ کا ثبوت ختم نبوت، اسلام کی پوری تعریف

پچھلے باب میں تم کو تین باتیں بتائی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ خدا کی اطاعت کے لئے خدا کی ذات وصفات اور اس کے پسندیدہ طریقے اور آخرت کی جزا وسزا کے متعلق صحیح علم کی ضرورت ہے اور یہ علم ایسا ہونا چاہئیے۔ جس پر تم کو کامل یقین یعنی ایمان حاصل ہو۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنے سخت امتحان میں نہیں ڈالا ہے کہ وہ خود اپنی کوشش سے یہ علم حاصل کرے بلکہ اس نے خود انسانوں ہی میں سے بعض برگزیدہ بندوں (یعنی پیغمبروں) کو وحی کے ذریعہ سے یہ علم عطا کیا اور ان کو حکم دیا کہ میرے دوسرے بندوں تک اس علم کو پہنچادیں۔

تیسرے یہ کہ عام انسانوں پر اب صرف اتنی ذمہ داری ہے کہ وہ
کے سچے پیغمبر کو پہچانیں اور جب ان کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص
یقت میں خدا کا سچا پیغمبر ہے تو ان کا فرض ہے کہ جو کچھ وہ تعلیم دے
ں پر ایمان لائیں اور جو کچھ وہ حکم دے اسکو تسلیم کریں اور جس طریقہ پر
چلے اس کی پیروی کریں۔

اب سب سے پہلے ہم تمھیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ پیغمبری کی
یقت کیا ہے اور پیغمبر کو پہچاننے کی کیا صورت ہے۔

پیغمبری کی حقیقت:۔ تم دیکھتے ہو کہ دنیا میں انسان کو جن جن
یزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ نے ان سب کا انتظام خود ہی کر دیا ہے۔
ہ جب پیدا ہوتا ہے تو دیکھو کہ کتنا سامان اسکو دیکر دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔
یکھنے کیلئے آنکھیں، سننے کے لئے کان سونگھنے اور سانس لینے کے لئے ناک،
سوس کرنے کے لئے سارے جسم کی کھال میں قوت لامسہ چلنے کے لئے
ؤں کام کرنے کے لئے ہاتھ سوچنے کے لئے دماغ اور ایسی ہی بے شمار
وسری چیزیں جو پہلے سے اس کی سب ضرورتوں کا لحاظ کر کے اس کے
ھوٹے سے جسم میں لپیٹ کر رکھ دی گئی ہیں۔ پھر جب دنیا میں وہ قدم
کھتا ہے تو زندگی بسر کرنے کے لئے اتنا سامان اس کو ملتا ہے جس کا تم شمار
ھی نہیں کر سکتے۔ ہوا ہے، روشنی ہے، حرارت ہے، پانی ہے، زمین ہے؛
ں کے سینے میں پہلے سے دودھ موجود ہے۔ ماں اور باپ اور عزیزوں حتی
ہ غیروں کے دلوں میں بھی اس کی محبت اور شفقت پیدا کر دی گئی ہے۔

جس سے اسکو پالا پوسا جاتا ہے۔ پھر جتنا جتنا وہ بڑھتا جاتا ہے اس کی
ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کا سامان اس کو ملتا جاتا ہے اور ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ گویا زمین و آسمان کی ساری قوتیں اس کی پرورش اور
خدمت کے لئے کام کر رہی ہیں۔

اس کے بعد اور آگے بڑھو۔ دنیا میں کام کرنے کے لئے قابلیتوں
کی ضرورت ہے۔ وہ سب انسان کو دی گئی ہیں۔ جسمانی قوت عقل سمجھ بوجھ
گویائی اور ایسی ہی بہت سی قابلیتیں تھوڑی یا بہت ہر انسان میں موجود ہیں
۔ لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے عجیب انتظام کیا ہے کہ ساری قابلیتیں سب
انسانوں کو یکساں نہیں دیں اگر ایسا ہوتا تو کوئی کسی کا محتاج نہ ہوتا نہ کوئی
کسی کی پرواہ کرتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی مجموعی ضرورتوں
کے لحاظ سے سب قابلیتیں انسانوں ہی میں پیدا کیں مگر اس طرح کسی کو
ایک قابلیت زیادہ دے دی اور کسی کو ایک دوسری قابلیت تم دیکھتے ہو کہ
بعض لوگ جسمانی محنت کی قوتیں دوسروں سے زیادہ لیکر آتے ہیں۔ بعض
لوگوں میں کسی خاص ہنر یا پیشہ کی پیدائشی قابلیت ہوتی ہے۔ جس سے
دوسرے محروم ہوتے ہیں۔

بعض لوگوں میں ذہانت اور عقل کی قوت دوسروں سے زیادہ ہوتی
ہے بعض پیدائشی سپہ سالار ہوتے ہیں بعض میں حکمرانی کی خاص قابلیت
ہوتی ہے۔ بعض تقریر کی غیر معمولی قوت لیکر پیدا ہوتے ہیں۔ بعضوں میں
انشاپردازی کا فطری ملکہ ہوتا ہے۔ کوئی شخص ایسا پیدا ہوتا ہے کہ اس کا دماغ

اضی میں خوب لڑتا ہے حتی کہ وہ اس فن کے بڑے بڑے پیچیدہ سوالات
ں طرح حل کر دیتا ہے کہ دوسروں کے ذہن وہاں تک نہیں پہنچتے۔ اگر
سرا شخص ایسا ہوتا ہے جو عجیب عجیب چیزیں ایجاد کرتا ہے اور اس کی
ادوں کو دیکھ کر دنیا دنگ رہ جاتی ہے ایک اور شخص ایسا بے نظیر قانونی
غ لیکر آتا ہے کہ قانون کے جو نکتے برسوں غور کرنے کے بعد بھی
سروں کی سمجھ میں نہیں آتے اس کی نظر ان تک خود بخود پہنچ جاتی ہے
خدا کی دین ہے کوئی شخص اپنے اندر خود یہ قابلیتیں پیدا نہیں کر سکتا۔ نہ
یم و تربیت سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ دراصل یہ پیدائشی قابلیتیں ہیں
ر خدا اپنی حکمت سے جس جس کو جو قابلیت چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

خدا کی اس بخشش پر بھی تم غور کرو گے تو تم کو معلوم ہوگا کہ
سان تمدن کے لئے جن قابلیتوں کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے وہ زیادہ
سانوں میں پیدا کی جاتی ہیں اور جن کی ضرورت جس قدر کم ہوتی ہے وہ
ں قدر کم آدمیوں میں پیدا کی جاتی ہیں۔ سپاہی بہت پیدا ہوتے ہیں کسان
بڑھئی اور لوہار اور ایسے ہی دوسرے کاموں کے آدمی کثرت سے پیدا
تے ہیں۔ مگر علمی اور دماغی قوتیں رکھنے والے اور سیاست اور سپہ سالاری
قابلیتیں رکھنے والے کم پیدا ہوتے ہیں۔ پھر وہ لوگ اور بھی زیادہ کمیاب
تے ہیں جو کسی خاص فن میں غیر معمولی قابلیت کے مالک ہوں کیونکہ ان
لے کارنامے صدیوں کے لئے انسانوں کو اپنے جیسے دوسرے ماہر فن کی
رورت سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔

اب سوچنا چاہئیے کہ دنیا میں انسان کی زندگی کو کامیاب بنانے کے
لئے صرف یہی ضرورت تو نہیں ہے کہ انسانوں میں انجینیر ریاضی دا
سائنس داں، قانون داں سیاسیات کے ماہر معاشیات کے باکمال اور مختلف
پیشوں کی قابلیت رکھنے والے لوگ پیدا ہوں۔ ان سب سے بڑھ کر ایک او
ضرورت بھی تو ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی ایسا ہو جو انسان کو خدا کا را
بتائے۔ دوسرے لوگ تو صرف یہ بتانے والے ہیں کہ اس دنیا میں انسا
کے لئے کیا کیا ہے اور اس کو کس کس طرح برتا جا سکتا ہے مگر کوئی یہ بتا
والا بھی تو ہونا چاہئیے کہ انسان خود کس کے لئے ہے اور انسان کو دنیا میں
سب سامان کس نے دیا ہے اور اس دینے والے کی مرضی کیا ہے تاکہ انسا
اسی کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کر کے یقینی اور دائمی کامیابی حاصل کر
۔ یہ انسان کی اصلی اور سب سے بڑی ضرورت ہے اور عقل یہ ماننے سے انک
کرتی ہے کہ جس خدا نے ہماری چھوٹی سے چھوٹی ضرورتوں کو پورا کرنے
انتظام کیا ہے اس نے ایسی اہم ضرورت کو پورا کرنے سے غفلت برتی
۔ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ خدا نے جس طرح ایک ایک ہنر اور ایک ایک
علم وفن کی خاص قابلیت رکھنے والے انسان پیدا کئے ہیں اسی طرح ا
انسان بھی پیدا کئے جن میں خود خدا کو پہچاننے کی اعلیٰ قابلیت تھی۔ اس
ان کو دین اور اخلاق اور شریعت کا علم خاص اپنے پاس سے عطا کیا اور ا
کو اس خدمت پر مقرر کیا کہ دوسرے لوگوں کو ان چیزوں کی تعلیم دیں۔
وہ لوگ ہیں جن کو ہماری زبان میں نبی یا رسول یا پیغمبر کہا جاتا ہے۔

پیغمبر کی پہچان:۔ جس طرح دوسرے علوم وفنون کے باکمال لوگ ایک خاص قسم کا ذہن اور ایک خاص قسم کی طبیعت لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح پیغمبر بھی ایک خاص قسم کا ذہن اور خاص قسم کی طبیعت لیکر آتے ہیں۔ ایک پیدائشی شاعر کا کلام سنتے ہی ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شاعری کی خاص قابلیت لیکر پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ دوسرے لوگ خواہ کتنی ہی کوشش کریں ویسا شعر نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح ایک پیدائشی مقرر، ایک پیدائشی انشا پرداز، ایک پیدائشی موجد، ایک پیدائشی لیڈر بھی اپنے کارناموں سے صاف پہچان لیا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے کام میں ایسی غیر معمولی قابلیت کا اظہار کرتا ہے جو دوسروں میں نہیں ہوتی ایسا ہی حال پیغمبر کا بھی ہے۔ اس کے ذہن میں وہ باتیں آتی ہیں جو دوسرے لوگوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں رہتیں۔ وہ ایسے مضامین بیان کرتا ہے۔ جو اس کے سوا کوئی دوسرا انسان بیان نہیں کر سکتا، اس کی نظر ایسی باریک باتوں تک خود بخود پہنچ جاتی ہے۔ جن تک دوسروں کی نظر برسوں کے غور وفکر کے بعد بھی نہیں پہنچتی۔ وہ جو کچھ کہتا ہے ہماری عقل اسکو قبول کرتی ہے۔ ہمارا دل گواہی دیتا ہیکہ ضرور ایسا ہی ہونا چاہئیے۔ دنیا کے تجربات اور کائنات کے مشاہدوں سے اسکی ایک ایک بات سچی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہم خود ویسی ہی بات کہنا چاہیں تو نہیں کہہ سکتے پھر اسکی طبیعت ایسی پاکیزہ ہوتی ہے کہ وہ یہ معاملہ میں سچا سیدھا اور شریفانہ طریقہ اختیار کرتا ہے۔ وہ کبھی کوئی غلط بات نہیں کہتا۔ کوئی برا کام نہیں کرتا

ہمیشہ نیکی اور صداقت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور جو کچھ دوسروں سے کہتا ہے اس پر خود عمل کر کے دکھاتا ہے۔ اس کی زندگی میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ وہ جو کچھ کہے اس کے خلاف عمل کرے اس کے قول یا عمل میں کبھی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی وہ دوسروں کے بھلے کی خاطر خود نقصان اٹھاتا ہے اور اپنے بھلے کے لئے کسی کا نقصان نہیں کرتا۔ اس کی ساری زندگی سچائی، شرافت، پاک طینیتی، بلند خیالی اور اعلی درجہ کی انسانیت کا نمونہ ہوتی ہے جس میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ انہی چیزوں کو دیکھ کر صاف پہچان لیا جاسکتا ہے کہ یہ شخص خدا کا سچا پیغمبر ہے۔

پیغمبر کی اطاعت:۔ پھر جب یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص خدا کا سچا پیغمبر ہے تو اس کی بات ماننا، اس کی اطاعت کرنا اور اس کے طریقے کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ یہ بات بالکل خلاف عقل ہے کہ تم ایک شخص کو بھی تسلیم کرو۔ اور پھر اسکی بات بھی نہ مانو۔ اسلیئے کہ پیغمبر تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ تم نے یہ مان لیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے خدا کی طرف سے کہہ رہا ہے اور جو کچھ کر رہا ہے خدا کی مرضی کے مطابق کر رہا ہے اب تم جو کچھ اس کے خلاف کہو گے یا کرو گے وہ خدا کے خلاف ہوگا اور جو بات خدا کے خلاف ہو وہ کبھی حق نہیں ہو سکتی۔ لہذا پیغمبر تسلیم کرنے سے یہ بات خود بخود لازم ہو جاتی ہے کہ اس کی بات کو بے چون وچرا مان لیا جائے اور اسکے حکم کے آگے سر جھکا دیا جائے خواہ اس کی حکمت اور مصلحت اور اس کا فائدہ تمھاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے جو بات پیغمبر کی طرف

ے ہے اس کا پیغمبر کی طرف سے ہونا ہی خود اس بات کی دلیل ہے کہ
چی ہے اور تمام حکمتیں اور مصلحتیں اس میں موجود ہیں۔ اگر تمھاری سمجھ
ں نہیں آتا تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس میں کوئی خرابی ہے، بلکہ
ں کے معنی یہ ہیں کہ خود تمھاری سمجھ میں خرابی ہے۔ جو شخص کسی فن کا
ر نہیں ہے ظاہر ہے کہ وہ اس فن کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن وہ
بے وقوف ہوگا۔ اگر وہ ماہر فن کی بات کو محض اس وجہ سے نہ مانے کہ
ں کی سمجھ میں وہ بات نہیں آتی۔ دیکھو دنیا کے ہر کام میں اس کے ماہر کی
ورت ہوتی ہے اور ماہر کی طرف رجوع کرنے کے بعد اس پر پورا
سہ کیا جاتا ہے اور اس کے کام میں دخل نہیں دیا جاتا کیونکہ سب لوگ
ب کاموں کے ماہر نہیں ہو سکتے اور نہ دنیا بھر کی تمام چیزوں کو سمجھ سکتے ہیں
ں اپنی تمام عقل اور ہوشیاری صرف اس بات میں صرف کرنی چاہئے کہ
بہترین ماہر فن تلاش کر لو۔ اور جب کسی کے متعلق تمھیں یقین
ئے کہ وہ بہترین ماہر فن ہے تو اس پر کامل بھروسہ کر لینا چاہئیے۔ پھر
کے کاموں میں دخل دینا اور ایک ایک بات کے متعلق یہ کہنا کہ پہلے
سمجھا دو ورنہ ہم نہ مانیں گے عقلمندی نہیں بلکہ سراسر بے وقوفی ہے
کیل کو مقدمہ سپرد کرنے کے بعد تم ایسی حجتیں کرو گے تو وہ تمھیں اپنے
ے نکال دیگا۔ کسی ڈاکٹر سے تم اس کی ایک ایک ہدایت پر دلیل
گے تو وہ تمھارا علاج چھوڑ دیگا۔ ایسا ہی معاملہ مذہب کا بھی ہے۔ تم کو
علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ خدا کی مرضی

کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ تمھارے پاس خود ان چیزو
کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اب تمھارا فرض ہے کہ خدا کے
پیغمبر کی تلاش کرو۔ اس تلاش میں تم کو نہایت ہوشیاری اور سمجھ بو
سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ اگر کسی غلط آدمی کو تم نے پیغمبر سمجھ لیا تو
تمھیں غلط راستہ پر لگا دیگا۔ مگر جب تمھیں خوب جانچ پڑتال کرنے کے بعد
یقین ہو جائے کہ فلاں شخص خدا کا سچا پیغمبر ہے تو اس پر تم کو پورا اع
کرنا چاہیئے اور اس کے ہر حکم کی اطاعت کرنی چاہیئے۔

پیغمبر پر ایمان لانے کی ضرورت:۔ جب یہ معلوم ہو گی
اسلام کا سچا اور سیدھا راستہ وہی ہے جو خدا کی طرف سے اسکا پیغمبر بتا
تو یہ بات خود بخود سمجھ میں آجاتی ہیکہ پیغمبر پر ایمان لانا اور اسکی اطا
اور پیروی کرنا تمام انسانوں کیلیئے ضروری ہے اور جو شخص پیغمبر کے ط
کو چھوڑ کر خود اپنی عقل سے کوئی طریقہ نکالتا ہے۔ وہ یقیناً گمراہ ہے۔

اس معاملہ میں لوگ عجیب عجیب غلطیاں کرتے ہیں۔ بعض ل
ایسے ہیں۔ جو پیغمبر کی صداقت تو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر نہ اس پر ا
لاتے ہیں نہ اس کی پیروی قبول کرتے ہیں۔ یہ صرف کافر ہی نہیں بلکہ ا
بھی ہیں۔ کیونکہ پیغمبر کو سچا پیغمبر ماننے کے بعد اس کی پیروی نہ کر
کے یہ معنی ہیں کہ آدمی جان بوجھ کر جھوٹ کی پیروی کرے اور اس
بڑھ کر کوئی حماقت نہیں ہو سکتی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو پیغمبر کی پیروی کرنے کی ضرورت
ہیں ہم خود اپنی عقل سے حق کا راستہ معلوم کریں گے۔ یہ بھی سخت غلطی
ہے تم نے ریاضی پڑھی ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ ایک نقطہ سے دوسرے
نقطہ تک سیدھا خط صرف ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا جتنے بھی خط کھینچے
جائیں گے وہ سب یا تو ٹیڑھے ہوں گے یا اس دوسرے نقطہ تک نہ پہنچیں
گے۔ ایسی ہی کیفیت حق کے راستہ کی بھی ہے جسکو اسلام کی زبان میں
صراط مستقیم (یعنی سیدھا راستہ) کہا جاتا ہے۔ یہ راستہ انسان سے شروع
ہو کر خدا تک جاتا ہے اور ریاضی کے اسی قاعدے کے مطابق یہ بھی ایک ہی
راستہ ہو سکتا ہے اس کے سوا جتنے راستے بھی ہوں گے یا تو سب ٹیڑھے ہونگے
یا خدا تک نہ پہنچیں گے۔ اب غور کرو کہ جو سیدھا راستہ ہے وہ تو پیغمبر نے
بتایا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ صراط مستقیم ہے ہی نہیں۔
اس راستہ کو چھوڑ کر جو شخص خود کوئی راستہ تلاش کرے گا اس کو دو
صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ضرور پیش آئے گی یا تو اس کو خدا
تک پہنچنے کا کوئی راستہ ملے گا ہی نہیں یا اگر ملا بھی تو وہ بہت پھیر کا راستہ ہو گا۔
مستقیم نہ ہو گا بلکہ خط منحنی ہو گا۔ پہلی صورت میں تو اس کی تباہی ظاہر
ہے۔ رہی دوسری صورت تو اس کے بھی حماقت ہونے میں کوئی شک نہیں
ہو سکتا۔ ایک بے عقل جانور بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے
منحنی کو چھوڑ کر خط مستقیم ہی کو اختیار کرتا ہے۔ پھر اس انسان کو تم کیا
کہو گے جس کو خدا کا ایک نیک بندہ سیدھا راستہ بتائے اور وہ کہے کہ نہیں

میں تیرے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چلوں گا بلکہ خود ٹیڑھے راستوں پر
بھٹک بھٹک کر منزل مقصود تلاش کرلوں گا۔

یہ تو وہ بات ہے جو سرسری نظر میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ لیکن
اگر تم زیادہ غور کرکے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ جو شخص پیغمبر پر ایمان لانے
سے انکار کرتا ہے اس کو خدا تک پہنچنے کا کوئی راستہ مل ہی نہیں سکتا۔
ٹیڑھا نہ سیدھا۔ اس کی وجہ یہ ہیکہ جو شخص سچے آدمی کی بات ماننے سے انکار
کرتا ہے۔ اسکے دماغ میں ضرور کوئی ایسی خرابی ہوگی جسکے سبب سے وہ سچا
سے منہ موڑتا ہے۔ یا تو اسکی سمجھ بوجھ ناقص ہوگی۔ یا اسکے دل میں تکبر ہو
۔ یا اس کی طبیعت ایسی ٹیڑھی ہوگی وہ نیکی اور صداقت کی باتوں کو قبول
کرنے پر آمادہ ہی نہ ہوگی۔ یا وہ باپ دادا کی اندھی تقلید میں گرفتار ہوگا۔ ا
جو غلط باتیں رسم کے طور پر پہلے سے چلی آتی ہیں ان کے خلاف کسی بات
ماننے پر تیار نہ ہوگا یا وہ اپنی خواہشات کا بندہ ہوگا۔ اور پیغمبر کی تعلیم
ماننے سے اس لئے انکار کرے گا کہ اس کو مان لینے کے بعد گناہوں اور نا
باتوں کی آزادی باقی نہیں رہتی۔ یہ تمام اسباب ایسے ہیں کہ اگر ان میں
کوئی ایک سبب بھی کسی شخص میں موجود ہو تو اسکو خدا کا راستہ ملنا غیر مم
ہے اور اگر کوئی سبب بھی موجود نہ ہو تو یہ ناممکن ہیکہ ایک سچا صحیح الد
اور نیک آدمی ایک سچے پیغمبر کو تعلیم کو قبول کرنے سے انکار کردے

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پیغمبر خدا کی طرف سے بھیجا
ہوتا ہے اور خدا ہی کا یہ حکم ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت کر

اب جو کوئی پیغمبر پر ایمان نہیں لاتا وہ خدا کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔
دیکھو تم جس بادشاہ کی رعیت ہو اس کی طرف سے جو حاکم بھی مقرر ہو گا اس
کی تم کو اطاعت کرنی پڑے گی۔ اگر تم اس کو حاکم تسلیم کرنے سے انکار
کرو گے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تم نے خود بادشاہ کے خلاف بغاوت
کی ہے۔ بادشاہ کو ماننا اور اس کے مقرر کیئے ہوئے حاکم کو نہ ماننا دونوں
بالکل متضاد باتیں ہیں ایسی ہی مثال خدا اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی
بھی ہے۔ خدا تمام انسانوں کا حقیقی بادشاہ ہے۔ جس شخص کو اس نے
انسان کی ہدایت کیلئے بھیجا ہے اور جسکی اطاعت کا حکم دیا ہے ہر انسان کا
فرض ہیکہ اسکو پیغمبر تسلیم کرے اور ہر دوسری چیز کی پیروی چھوڑ کر
صرف اسکی پیروی اختیار کرے۔ اس سے منہ موڑنے والا بہر حال کافر ہے
خواہ وہ خدا کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو۔

پیغمبری کی مختصر تاریخ: ۔ اب ہم تم کو بتاتے ہیں کہ نوع
انسانی میں پیغمبری کا سلسلہ کس طرح شروع ہوا اور کس طرح ترقی
کرتے کرتے ایک آخری اور سب سے بڑے پیغمبر پر ختم ہوا۔

تم نے سنا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ایک انسان کو پیدا کیا
پھر اسی انسان سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور اس جوڑے کی نسل چلائی جو
بے شمار صدیوں میں پھیلتے پھیلتے تمام روئے زمین پر چھا گئی۔ دنیا میں جتنے
انسان بھی پیدا ہوئے ہیں وہ سب اسی ایک جوڑے کی اولاد ہیں۔ تمام
قوموں کی مذہبی اور تاریخی روایات متفق ہیں کہ نوع انسانی کی ابتداء ایک

انسان سے ہوئی ہے۔ سائنس کی تحقیقات سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ زمین کے
مختلف حصوں میں الگ الگ انسان بنائے گئے تھے۔ بلکہ سائنس کے علماء بھی
یہی قیاس کرتے ہیں کہ پہلے ایک انسان بنایا گیا ہوگا۔ اور انسان کی موجود
نسل دنیا میں جہاں کہیں بھی پائی جاتی ہے اسی ایک شخص کی اولاد ہے۔

ہماری زبان میں اس پہلے انسان کو آدم کہتے ہیں۔ اسی سے لفظ آدمی
نکلا جو انسان کا ہم معنی ہے۔ اللہ تعالی نے سب سے پہلا پیغمبر انہی کو بنا
اور ان کو حکم دیا کہ اپنی اولاد کو اسلام کی تعلیم دیں یعنی ان کو یہ بتادیں
تمہارا اور تمام دنیا کا خدا ایک ہی ہے۔ اسی کی تم عبادت کرو۔ اسی کے آگے
سر جھکاؤ، اسی سے مدد مانگو اور اسی کی مرضی کے مطابق دنیا میں نیکی او
صداقت کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اگر تم ایسا کروگے تو تم کو اچھا انعام ملے گا
اور اگر اس کی اطاعت سے منہ موڑوگے تو بری سزا پاؤ گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں جو اچھے لوگ تھے وہ اپنے با
کے بتائے ہوئے سیدھے رستے پر چلتے رہے۔ مگر جو برے لوگ تھے انہو
نے اسکو چھوڑ دیا۔ رفتہ رفتہ ہر قسم کی گمراہیاں پیدا ہوگئیں۔ کسی نے سور
اور چاند اور تاروں کو پوجنا شروع کر دیا کسی نے درختوں اور جانوروں ا
دریاؤں کی پرستش شروع کر دی کسی نے خیال کیا کہ ہوا اور پانی اور آگ ا
بیماری و تندرستی اور قدرت کی دوسری نعمتوں اور قوتوں کے خدا الگ ا
ہیں ہر ایک کی پرستش کرنی چاہیئے تاکہ وہ خوش ہو کر ہم پر مہربان ہوں۔ ا
طرح جہالت کی وجہ سے شرک و بت پرستی کی بہت سی صورتیں پیدا ہو گ

ں سے بیسیوں مذہب نکل آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت آدمؑ کی
ں دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل چکی تھی۔ مختلف قومیں بن گئی تھیں۔
قوم نے اپنا ایک نیا مذہب بنالیا تھا۔ اور ہر ایک کی رسمیں الگ الگ
یں۔ خدا کو بھولنے کے ساتھ لوگ اس قانون کو بھی بھول گئے تھے جو
رت آدم نے اپنی اولاد کو سکھایا تھا۔ لوگوں نے خود اپنی خواہشات کی
ی شروع کردی۔ ہر قسم کی بری رسمیں پیدا ہوئیں۔ ہر قسم کے جاہلانہ
لات پھیلے۔ اچھے اور برے کی تمیز میں غلطیاں کی گئیں بہت سی بری چیزیں
ں سمجھ لی گئیں۔ اور بہت سی اچھی چیزوں کو برا ٹھیرالیا گیا۔

اب اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں پیغمبر بھیجنے شروع کئے جو لوگوں کو
لام کی تعلیم دینے لگے۔ انہوں نے اپنی اپنی قوموں کو بھولا ہوا سبق یاد
۔ انہیں ایک خدا کی پرستش سکھائی۔ شرک اور بت پرستی سے روکا۔
لانہ رسموں کو توڑا۔ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریقہ
یا اور صحیح قوانین بنا کر ان کی پیروی کی ہدایت کی۔ ہندوستان، چین، ایران
راق، مصر، افریقہ، یورپ غرض دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں خدا کی
ف سے اسکے پیغمبر نہ آئے ہوں۔ ان سب کا مذہب ایک ہی تھا اور وہ
مذہب تھا جسکو ہم اپنی زبان میں اسلام کہتے ہیں۔ البتہ تعلیم کے طریقہ
زندگی کے قوانین مختلف تھے۔ ہر قوم میں جس قسم کی جہالت تھی اسی کے
سے اسکو تعلیم دی گئی۔ جس قسم کے غلط خیالات تھے انہی کے لحاظ سے
ں اصلاح کی گئی۔ تہذیب اور تمدن اور علم و عقل کے لحاظ سے جب قومیں

ابتدائی درجہ میں تھیں تو انکو سادہ تعلیم اور سادہ شریعت دی گئی۔ جیـ
جیسی ترقی ہوتی گئی تعلیم اور شریعت میں بھی تغیر کر دیا گیا مگر یہ اختلافا
صرف ظاہری شکل کے تھے۔ روح سب کی ایک تھی یعنی اعتقاد میں تو
اور اعمال میں نیکی و سلامت روی اور آخرت کی جزا و سزا پر یقین۔

پیغمبروں کے ساتھ بھی انسان نے عجیب معاملہ کیا۔ پہلے تو ان
تکلیفیں دی گئیں۔ ان کی ہدایت کو ماننے سے انکار کیا گیا۔ کسی کو وطن سے
گیا۔ کسی کو قتل کیا گیا۔ کسی کو عمر بھر کی تعلیم و تلقین کے بعد مشکل سے د
پانچ پیرو میسر آسکے۔ مگر خدا کے یہ برگزیدہ بندے برابر اپنا کام کئے چلے گ
یہاں تک کہ ان کی تعلیمات نے اثر کیا اور بڑی بڑی قومیں ان کی پیرو بن گئ
۔ اس کے بعد گمراہی نے دوسری صورت اختیار کی پیغمبروں کی وفات
بعد ان کی امتوں نے ان کی تعلیمات کو بدل ڈالا۔ ان کی کتابوں میں ا
طرف سے ہر قسم کے خیالات ملا دئے۔ عبادتوں کے نئے نئے طریقے اخت
کئے۔ بعضوں نے خود پیغمبروں کی پرستش شروع کر دی۔ کسی نے ا
پیغمبر کو خدا کا اوتار قرار دیا یعنی یہ کہ خدا خود انسان کی صورت میں اتر
تھا کسی نے اپنے پیغمبر کو خدا کا بیٹا کہا۔ کسی نے اپنے پیغمبر کو خدائی
شریک ٹھہرایا۔ غرض انسان نے یہ عجیب ستم ظریفی کی کہ جن لوگوں
بتوں کو توڑا تھا۔ انسان نے خود ان ہی کو بت بنالیا۔ پھر جو شریعتیں پیـ
اپنی امتوں کو دے گئے تھے انکو بھی طرح طرح سے بگاڑ دیا گیا۔ ان میں
قسم کی جاہلانہ رسمیں ملا دی گئیں۔ افسانوی اور جھوٹی روایتوں کی آمیز

کردی گئی۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو انکے ساتھ غلط ملط کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ چند صدیوں کے بعد یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہی باقی نہ رہا کہ پیغمبر کی اصلی تعلیم اور شریعت کیا تھی اور بعد والوں نے اس میں کیا کیا ملادیا۔ خود پیغمبروں کی زندگی کے حالات بھی روایتوں میں ایسے گم ہو گئے کہ انکے متعلق کوئی چیز بھی قابل اعتبار نہ رہی۔ تاہم پیغمبروں کی کوششیں سبکی سب رائگاں نہیں گئیں۔ تمام آمیزشوں کے باوجود کچھ نہ کچھ صداقت ہر قوم میں باقی رہ گئی۔ خدا کا خیال اور آخرت کی زندگی کا خیال کسی نہ کسی صورت میں تمام قوموں کے اندر پیدا ہو گیا۔ نیکی اور صداقت اور اخلاق کے چند اصول عام طور پر دنیا میں تسلیم کر لئے گئے اور تمام قوموں کے پیغمبروں نے الگ الگ ایک ایک قوم کو اس حد تک تیار کر دیا کہ دنیا میں ایک ایسے مذہب کی تعلیم پھیلائی جاسکے جو بلا امتیاز تمام نوع انسانی کا مذہب ہو۔

جیسا کہ ہم نے تم کو اوپر بتادیا ہے۔ ابتداء ہر قوم میں الگ الگ پیغمبر آتے تھے اور ان کی تعلیم اسی قوم کے لئے مخصوص ہوتی تھی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اس وقت سب قومیں ایک دوسرے سے الگ تھیں انکے درمیان زیادہ میل جول نہ تھا۔ ہر قوم اپنے وطن کے حدود میں گویا مقید تھی ایسی حالت میں کوئی عام اور مشترک تعلیم تمام قوموں میں پھیلانی بہت مشکل تھی۔ اس کے علاوہ مختلف قوموں کے حالات ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے۔ جہالت زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اس جہالت کی بدولت اعتقاد اور اخلاق کی جو خرابیاں پیدا ہوئی تھیں وہ ہر جگہ مختلف صورت کی

تھیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ خدا کے پیغمبر ہر قوم کو الگ الگ تعلیم
وہدایت دیں آہستہ آہستہ غلط خیالات کو مٹاکر صحیح خیالات پھیلائیں۔ رفتہ
رفتہ جاہلانہ طریقوں کو توڑکر اعلی درجہ کے قوانین کی پیروی سکھائیں اور اس
طرح ان کی تربیت کریں جیسے بچوں کی کیجاتی ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس
طریقہ سے قوموں کی تعلیم میں کتنے ہزار برس صرف ہوئے ہوں گے۔ بہر
حال ترقی کرتے کرتے آخرکار وہ وقت آیا جب نوع انسانی بچپن کی حالت
سے گزر کر سن بلوغ کو پہنچنے لگی تجارت اور صنعت وحرفت کی ترقی کے
ساتھ ساتھ قوموں کے تعلقات ایک دوسرے سے قائم ہوگئے۔ چین وجاپان
سے لیکر یورپ اور آفریقہ کے دور دراز ملکوں تک جہاز رانی اور خشکی کے
سفروں کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ اکثر قوموں میں تحریر کا رواج ہوا۔ علوم وفنون
پھیلے اور قوموں کے درمیان خیالات اور علمی مضامین کا تبادلہ ہونے لگا۔
بڑے بڑے فاتح پیدا ہوئے اور انہوں نے بڑی بڑی سلطنتیں قائم کرکے
کئی کئی ملکوں اور کئی کئی قوموں کو ایک سیاسی نظام میں ملادیا۔ اس طرح و
دوری اور جدائی جو پہلے انسانی قوموں میں پیدا ہو گئی تھی۔ رفتہ رفتہ کم ہوتی
چلی گئی اور یہ ممکن ہوگیا کہ اسلام کی ایک ہی تعلیم اور ایک ہی شریعت تمام
دنیا کے لئے بھیجی جائے اب سے دو ڈھائی ہزار برس پہلے انسان کی حالت
اس حد تک ترقی کرچکی تھی کہ وہ گویا خود ہی ایک مشترک مذہب مانگ رہا تھا
بدھ مت اگرچہ پورا مذہب نہ تھا اور اس میں محض چند اخلاقی اصول ہی تھے
مگر وہ ہندوستان سے نکل کر ایک طرف جاپان اور منگولیا تک اور دوسری

رف افغانستان اور بخارا تک پھیل گیا اور اس کی تبلیغ کرنے والے دور
ر کے ملکوں تک جا پہنچے ۔ اس کے چند صدی بعد عیسائی مذہب پیدا ہوا ۔
ں مذہب کے بانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صاف کہدیا تھا کہ میرا
ہب صرف بنی اسرائیل کیلئے ہے ۔ مگر اسکے باوجود عیسائیوں نے اس
ہب کو ایران سے لیکر آفریقہ اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک پھیلادیا ۔
واقعات صاف بتا رہے ہیں کہ اس وقت دنیا خود ایک عام انسانی مذہب
نگ رہی تھی اور اس کے لئے یہاں تک تیار ہو گئی تھی کہ جب اسے کوئی
را اور صحیح مذہب نہ ملا تو اس نے کچے اور ناتمام مذہبوں ہی کو انسانی
موں میں پھیلانا شروع کردیا ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت :۔ یہ وقت تھا جب
تمام دنیا اور تمام انسانی قوموں کے لئے ایک پیغمبر یعنی حضرت محمد صلعم
و عرب کی سرزمین میں پیدا کیا گیا اور انکو اسلام کی پوری تعلیم اور مکمل
قانون دیکر اس خدمت پر مامور کیا گیا کہ اسے سارے جہاں میں پھیلا دیں ۔
دنیا کا جغرافیہ اٹھا کر دیکھو تم ایک نظر ہی میں یہ محسوس کرلو گے کہ
تمام جہاں کی پیغمبری کے لئے روئے زمین پر عرب سے زیادہ موزوں
مقام اور کوئی نہیں ہوسکتا یہ ملک ایشیاء اور افریقہ کے عین وسط میں واقع ہے
اور یورپ بھی یہاں سے بہت قریب ہے خصوصاً اس زمانہ میں یورپ کی
متمدن قومیں زیادہ تر یورپ کے جنوبی حصہ میں آباد تھیں اور یہ حصہ عرب
سے اتنا ہی قریب ہے جتنا ہندوستان ہے ۔

پھر اس زمانہ کی تاریخ پڑھو تم کو معلوم ہوگا کہ اس نبوت کے لئے اس زمانہ میں عربی قوم سے زیادہ موزوں کوئی قوم نہ تھی دوسری بڑی بڑی قومیں اپنا اپنا زور دکھا کر گویا بے دم ہو چکی تھیں اور عربی قوم تازہ دم تھی۔ تمدن کی ترقی سے دوسری قوموں کی عادتیں بہت بگڑ گئی تھیں اور عربی قوم میں اس وقت کوئی ایسا تمدن پیدا ہی نہ ہوا تھا جو اس کو آرام طلب عیش پسند اور ذلیل بنا دیتا۔ چھٹی صدی عیسوی کے عرب اس زمانہ کی متمدن قوموں کے برے اثرات سے بالکل پاک تھے۔ ان میں وہ تم انسانی خوبیاں موجود تھیں جو ایک ایسی قوم میں ہو سکتی ہیں جس کو تمدن کی ہوا نہ لگی ہو۔ وہ بہادر تھے، بے خوف تھے فیاض تھے۔ عہد کے پابند تھے۔ آزاد خیال اور آزادی کو پسند کرنے والے تھے۔ کسی قوم کے غلام نہ تھے۔ اپنی عزت پر جان دے دینا ان کے لئے آسان تھا۔ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور عیش و عشرت سے بیگانہ تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں بہت سی برائیاں بھی تھیں۔ جیسا کہ آگے چل کر تم کو معلوم ہوگا مگر یہ برائیاں اس لئے تھیں کہ ہزاروں برس سے ان کے ہاں کوئی پیغمبر نہ آیا تھا نہ کوئی ایسا رہنما پیدا ہوا تھا جو ان کے اخلاق درست کرتا اور انہیں تہذیب سکھاتا صدیوں تک ریگستان میں آزادی کی زندگی بسر کرنے کے سبب سے ان میں جہالت پھیل گئی تھی اور وہ اپنی جہالت میں اس قدر سخت ہو گئے تھے کہ ان کو آدمی بنانا کسی معمولی انسان کے بس کا کام نہ تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ان میں یہ قابلیت ضرور موجود تھی کہ اگر کوئی زبردست انسان ان کی اصلاح

ردے اور اس کی تعلیم کے اثر سے وہ کسی اعلیٰ درجہ کے مقصد کو لیکر اٹھ
کھڑے ہوں تو دنیا کو زیروزبر کر ڈالیں۔ پیغمبر عالم کی تعلیم کو پھیلانے کے
لئے ایسی ہی جوان اور طاقتور قوم کی ضرورت تھی۔

اس کے بعد عربی زبان کو دیکھو تم جب اس زبان کو پڑھو گے اور
سکے علم ادب کا مطالعہ کرو گے تو تم کو معلوم ہو گا کہ بلند خیالات کو ادا کرنے
ور خدائی علم کی نہایت نازک اور باریک باتیں بیان کرنے اور دلوں میں
ثر کرنے کیلئے اس سے زیادہ موزوں کوئی زبان نہیں ہے۔ اس زبان کے
مختصر جملوں میں بڑے بڑے مضامین ادا ہو جاتے ہیں اور پھر ان میں ایسا
زور ہوتا ہیکہ دلوں میں تیرو نشتر کی طرح اثر کرتے ہیں۔ ایسی شیرینی ہوتی ہے
کہ کانوں میں رس پڑتا ہوا معلوم ہوتا ہے ایسا نغمہ ہوتا ہیکہ آدمی جھومنے لگتا
ہے۔ قرآن جیسی کتاب کے لئے ایسی ہی زبان کی ضرورت تھی۔

پس اللہ تعالیٰ کی یہ بہت بڑی حکمت تھی کہ اس نے تمام جہان کی
پیغمبری کے لئے عرب کے مقام کو منتخب کیا اور اب ہم تھیں بتائیں کہ
جس ذات مبارک کو اس کام کے لئے پسند کیا گیا وہ کیسی بے نظیر تھی۔

نبوت محمدی کا ثبوت:۔ ذرا ایک ہزار چار سو برس پیچھے پلٹ
کر دیکھو دنیا میں نہ تار برقی تھی۔ نہ ٹیلیفون تھے۔ نہ ریل تھی نہ چھاپے خانے
تھے۔ نہ اخبار اور رسالے شائع ہوتے تھے۔ نہ کتابیں چھپتی تھیں نہ سفر اور
سیاحت کی وہ آسانیاں تھیں جو آج پائی جاتی ہیں۔ ایک ملک سے دوسرے

ملک تک جانے میں مہینوں کی مسافت طے کرنی پڑتی تھی۔ ان حالات میں
دنیا کے متمدن ملکوں کے درمیان عرب کا ملک سب سے الگ تھلگ پڑا ہوا
تھا۔ اس کے ارد گرد ایران، روم اور مصر کے ملک تھے جن میں کچھ علوم
وفنون کا چرچا تھا مگر ریت کے بڑے بڑے سمندروں نے عرب کو ان سب
سے جدا کر رکھا تھا۔ عرب سوداگر اونٹوں پر مہینوں کی راہ طے کر کے ان
ملکوں میں تجارت کیلئے جاتے تھے۔ مگر یہ تعلق صرف مال کی خرید وفروخت کی
حد تک تھا۔ خود عرب میں کوئی اعلیٰ درجہ کا تمدن نہ تھا۔ نہ کوئی مدرسہ نہ تھا نہ
کوئی کتب خانہ تھا نہ لوگوں میں تعلیم کا چرچا تھا تمام ملک میں گنتی کے چند
لوگ تھے جن کو کچھ لکھنا پڑھنا آتا تھا مگر وہ بھی اتنا نہیں کہ اس زمانے کے
علوم وفنون سے آشنا ہوتے۔ وہاں کوئی باقاعدہ حکومت بھی نہ تھی۔ کوئی قانون
بھی نہ تھا۔ ہر قبیلہ اپنی جگہ خود مختار تھا۔ آزادی کے ساتھ لوٹ مار ہوتی تھی
۔ آئے دن خونریز لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ آدمی کی جان کوئی قیمت ہی نہ
رکھتی تھی۔ جس کا جس پر بس چلتا اسے مار ڈالتا اور اسکے مال پر قبضہ کر لیتا۔
اخلاق اور تہذیب کی ان کو ہوا تک نہ لگی تھی۔ بدکاری اور شراب خواری
اور جوے بازی کا بازار گرم تھا۔ لوگ ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف
برہنہ ہو جاتے تھے۔ عورتیں تک خانہ کعبہ میں ننگی ہو کر طواف کرتی تھیں۔
حرام وحلال کی کوئی تمیز نہ تھی عربوں کی آزادی اس قدر بڑھی ہوئی تھی
کہ کوئی شخص کسی قاعدے کسی قانون کسی اخلاقی ضابطہ کی پابندی کے لئے
تیار نہ تھا۔ نہ کسی حاکم کی اطاعت قبول کر سکتا تھا۔ اس پر جہالت کی یہ کیفیت

تھی کہ ساری قوم پتھر کے بتوں کو پوجتی تھی راستہ چلتے میں کوئی اچھا سا چکنا سا پتھر مل جاتا تو اس کو سامنے رکھ کر پرستش کر لیتے تھے۔ جو گردنیں کسی کے سامنے نہ جھکتی تھیں وہ پتھروں کے سامنے جھک جاتی تھیں اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ پتھر ان کی حاجت روائی کریں گے۔

ایسی قوم اور ایسے حالات میں ایک شخص پیدا ہوتا ہے۔ بچپن ہی میں ماں باپ اور دادا کا سایہ سر سے اٹھ جاتا ہے۔ اس لئے اس گئی گذری حالت میں جو تربیت مل سکتی تھی وہ بھی اس کو نہیں ملی ہوش سنبھالتا ہے تو عرب لڑکوں کے ساتھ بکریاں چرانے لگتا ہے۔ جوان ہوتا ہے تو سوداگری میں لگ جاتا ہے۔ اٹھنا، بیٹھنا، ملنا جلنا سب انہی عربوں کے ساتھ ہے۔ جن کی حالت تم نے اوپر دیکھی ہے تعلیم کا نام تک نہیں حتیٰ کہ پڑھنا لکھنا بھی نہیں آتا۔ مگر اس کے باوجود اس کی عادتیں، اس کے اخلاق، اس کے خیالات سب سے جدا ہیں۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا کسی سے بدکلامی نہیں کرتا۔ اس کی زبان میں سختی کے بجائے شرینی ہے۔ اور وہ بھی ایسی کہ لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں وہ کسی کا ایک پیسہ بھی ناجائز طریقے سے نہیں لیتا۔ اس کی ایمان داری کا یہ حال ہے کہ لوگ اپنے قیمتی مال اس کے پاس حفاظت کے لئے رکھواتے ہیں اور وہ ہر ایک کے مال کی حفاظت اپنی جان کی طرح کرتا ہے۔ ساری قوم اس کی دیانت داری پر بھروسہ کرتی ہے اور اسے "امین" کے نام سے پکارتی ہے۔ اس کی شرم و حیا کا یہ حال ہے کہ ہوش سنبھالنے کے بعد کسی نے اس کو برہنہ نہیں دیکھا۔ اس کے اخلاق کا یہ حال

ہے کہ کبھی کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ اس کی شائستگی کا
یہ حال ہے بدتمیز اور گندے لوگوں میں پلنے اور رہنے کے باوجود وہ ہر
بدتمیزی اور گندگی سے نفرت کرتا ہے اور اس کے ہر کام میں صفائی اور
ستھرائی پائی جاتی ہے اس کے خیالات اتنے پاکیزہ ہیں کہ اپنی قوم کو لوٹ مار
اور خونریزی کرتے دیکھ کر اس کا دل دکھتا ہے اور وہ لڑائیوں کے موقع پر
صلح صفائی کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا دل ایسا نرم ہے کہ ہر ایک
کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرتا ہے۔
بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ مسافروں کی میزبانی کرتا ہے۔ کسی کو اس سے
دکھ نہیں پہنچتا اور وہ خود دوسروں کی خاطر دکھ اٹھاتا ہے۔ پھر عقل ایسی
صحیح ہے کہ بت پرستوں کی اس قوم میں رہ کر بھی وہ بتوں سے نفرت کرتا ہے
کبھی کسی مخلوق کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ اس کے اندر سے خود بخود
آواز آتی ہے کہ زمین اور آسمان جتنی چیزیں نظر آتی ہیں ان میں سے کوئی
بھی پوجنے کے لائق نہیں۔ اس کا دل آپ سے آپ کہتا ہے خدا تو ایک ہو
سکتا ہے۔ اور ضرور ایک ہی ہے۔ اس جاہل قوم میں یہ شخص ایسا ممتاز
معلوم ہوتا ہے۔ گویا پتھروں کے ڈھیر میں ایک ہیرا ہے یا گھٹا ٹوپ
اندھیرے میں ایک شمع روشن ہے۔

چالیس برس کے قریب اس طرح پاک وصاف اور اعلیٰ درجہ کی
شریفانہ زندگی بسر کرنے کے بعد یہ شخص اس تاریکی سے جو اس کے چاروں
طرف پھیلی ہوئی تھی گھبرا اٹھتا تھا، جہالت بداخلاقی بدکرداری، بدنظمی اور

ـ وبت پرستی کا یہ ہولناک سمندر جو اس کو گھیرے ہوئے تھا۔ اس سے
ل جانا چاہتا ہے۔ کیونکہ یہاں کوئی چیز بھی اس کی طبیعت کے مناسب
ں۔ آخر وہ آبادی سے دور ایک پہاڑ کے غار میں جاکر تنہائی اور سکون کے
یں کئی کئی دن گذارنے لگتا ہے۔ فاقے کر کر کے اپنی روح اور اپنے دل
غ کو اور زیادہ پاک صاف کرتا ہے۔ سوچتا ہے غور و فکر کرتا ہے۔ اور
ایسی روشنی ڈھونڈھتا ہے جس سے وہ اس چاروں طرف چھائی ہوئی
ی کو دور کردے۔ ایسی طاقت حاصل کرنا چاہتا ہے جس سے اس بگڑی
ں دنیا کو توڑ پھوڑ کر پھر سے سنوار دیتا ہے۔

یکایک اس کی حالت میں ایک عظیم الشان تغیر رونما ہوتا ہے ایک
ے اس کے دل میں وہ روشنی آجاتی ہے جس کو اس کی فطرت مانگ رہی
۔ اچانک اس کے اندر وہ طاقت بھردی جاتی ہے جس کا ظہور اس سے
بھی نہ ہوا تھا۔ وہ غار کی تنہائی سے نکل آتا ہے۔ اپنی قوم کے پاس آتا
۔ اس سے کہتا ہے کہ یہ بت کسی کام کے نہیں۔ انہیں چھوڑ دو۔ یہ زمین
ند، یہ سورج یہ تارے، یہ زمین و آسمان کی ساری قوتیں ایک خدا کی
ی ہیں، وہی تمہارا پیدا کرنے والا ہے۔ وہی رزق دینے والا ہے۔ وہی
نے اور جلانے والا ہے سب کو چھوڑ کر اسی کو پوجو۔ سب کو چھوڑ کر اسی
اپنی حاجتیں طلب کرو۔ یہ چوری یہ لوٹ مار یہ شراب خواری یہ جوا یہ
ریاں جو تم کرتے ہو سب گناہ ہیں۔ انہیں چھوڑ دو۔ خدا انھیں پسند نہیں
سچ بولو" انصاف کرو، نہ کسی کی جان لو نہ کسی کا مال چھینو، جو کچھ لو حق

کے ساتھ لو۔ جو کچھ دو حق کے ساتھ دو تم سب انسان ہو۔ انسان اور انسا
سب برابر ہیں۔ بزرگی اور شرافت انسان کی نسل اور نسب میں نہیں۔ رنگ
روپ اور مال و دولت میں نہیں، خدا پرستی، نیکی اور پاکیزگی میں ہے۔ جو خ
سے ڈرتا ہے اور نیک و پاک ہے وہی اعلیٰ درجہ کا انسان ہے اور جو ا
نہیں وہ کچھ بھی نہیں۔ مرنے کے بعد تم سب کو اپنے خدا کے پاس حاضر ہ
ہے۔ اس عادل حقیقی کے ہاں نہ کوئی سفارش کام آئے گی نہ رشوت چلے
نہ کسی کا نسب پوچھا جائے گا۔ وہاں صرف ایمان اور نیک عمل کی پوچھ ہو
جس کے پاس یہ سامان ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جس کے پاس ان
سے کچھ نہ ہوگا۔ اور وہ نامراد دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

جاہل قوم نے اس نیک انسان کو محض اس قصور میں ستانا شر
کیا کہ وہ ایسی باتوں کی تعلیم کیوں دیتا ہے جو باپ دادا کے مذہب کے خلا
ہیں۔ انہوں نے اسے گالیاں دیں۔ پتھر مارے۔ اس کے لئے جینا مش
کر دیا۔ اس کے قتل کی سازشیں کیں۔ ایک دن دو دن نہیں اکٹھے تیرہ بر
تک سخت سے سخت ظلم توڑے یہاں تک کہ اسے وطن ترک کرنے پر مج
کر دیا اور پھر وطن سے نکال کر بھی دم نہ لیا جہاں اس نے پناہ لی تھی وہاں
کئی برس اس کو پریشان کرتے رہے یہ سب تکلیفیں اس نے کس
اٹھائیں؟ صرف اس لئے کہ وہ اپنی قوم کو حق کا سیدھا راستہ بتانا چاہتا
اس کی قوم اسے بادشاہ ہی دینے کے لئے تیار تھی دولت کے ڈھیر اس
قدموں میں ڈالنے پر آمادہ تھی۔ بشرطیکہ وہ اپنی اس تعلیم سے باز آجا

اس نے ان سب چیزوں کو ٹھکرا دیا اور اپنی بات پر قائم رہا۔ کیا اس سے بڑھ کر نیک دلی اور صداقت تمہارے خیال میں آسکتی ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی فائدہ کی خاطر نہیں۔ محض دوسروں کے بھلے کی خاطر تکلیفیں اٹھائے؟ وہی لوگ جن کے فائدے کے لئے وہ کوشش کر رہا ہے، اس کو پتھر مارتے ہیں اور وہ ان کے لئے دعائے خیر کرتا ہے انسان تو کیا فرشتے بھی اس کی نیکی پر قربان جائیں۔

پھر دیکھو جب یہ شخص اپنے غار سے یہ تعلیم لیکر نکلا تو اس میں کتنا بڑا انقلاب ہو گیا تھا۔ اب جو کلام وہ سنا رہا تھا۔ وہ ایسا فصیح و بلیغ تھا کہ کسی نے نہ اس سے پہلے ایسا کلام کہا نہ اس کے بعد کوئی کہہ سکا عرب والوں کو اپنی شاعری اپنی خطابت اور فصاحت پر بڑا ناز تھا۔ اس نے عربوں سے کہا کہ تم ایک ہی فقرہ اس کلام کے مانند بنا لاؤ۔ مگر سب کی گردنیں عاجزی سے جھک گئیں۔ حد یہ ہے کہ خود اس شخص کی عام بول چال اور تقریروں کی زبان بھی اتنی اعلیٰ درجہ کی نہ تھی جتنی اس خاص کلام کی تھی۔ چنانچہ آج بھی جب ہم اس کی دوسری تقریروں کا مقابلہ اس کلام سے کرتے ہیں تو دونوں میں نمایاں فرق محسوس ہوتا ہے۔

اس ان پڑھ صحرا نشین انسان نے حکمت اور دانائی کی ایسی باتیں کرنی شروع کیں کہ نہ اس سے پہلے کسی انسان نے کہی تھیں نہ اس کے بعد آج تک کوئی کہہ سکا۔ نہ چالیس برس کی عمر سے پہلے خود اس شخص کی زبان سے کبھی سنی گئیں۔

اس اُمی نے اخلاق، معاشرت، معیشت، سیاست، اور زندگی کے
تمام معاملات کے متعلق قانون بنائے اور ایسے قانون بنائے کہ بڑے بڑے
عالم اور عاقل برسوں کے غور و خوض اور ساری عمر کے تجربہ کے بعد بمشکل
ان کی حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں اور دنیا کے تجربات جتنے بڑھتے جاتے ہیں ان
کی حکمتیں اور زیادہ کھلتی چلی جاتی ہیں۔ تیرہ سو برس سے زیادہ مدت گذر چکی
ہے۔ مگر آج بھی اس کے بنائے ہوئے قوانین میں کسی ترمیم کی گنجائش نظر
نہیں آتی۔ دنیا کے قانون ہزاروں مرتبہ بنے اور بگڑے، ہر آزمائش میں
ناکام ہوئے اور ہر بار ان میں ترمیم کرنی پڑی۔ مگر اس صحرا نشین امی نے
تن تنہا بغیر کسی دوسرے انسان کی مدد کے جو قانون بنا دیئے ان کی کوئی دفعہ
بھی ایسی نہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائی جا سکتی ہے۔

اس نے ۲۳ برس کی مدت میں اپنے اخلاق اپنی نیکی و شرافت اپنی
اعلیٰ تعلیم کے زور سے اپنے دشمنوں کو دوست بنایا۔ اپنے مخالفوں کو موافق
بنایا۔ بڑی بڑی طاقتیں اس کے مقابلہ میں اٹھیں اور آخر شکست کھا کر اس
کے قدموں میں آ رہیں۔ اس نے جب فتح پائی تو کسی دشمن سے بدلہ نہ لیا
کسی پر سختی نہ کی جنہوں نے اس کے حقیقی چچا کو قتل کیا۔ اور اس کا کلیجہ
نکال کر چبا گئے۔ ان کو بھی فتح پا کر اس نے معاف کیا جنہوں نے اس کو پتھر
مارے تھے اس کو وطن سے نکالا تھا ان کو بھی فتح پا کر اس نے بخش دیا۔ اس
نے کسی سے دغا نہ کی۔ عہد کر کے کبھی نہ توڑا۔ جنگ میں بھی کسی پر زیادتی
نہ کی۔ اس کے سخت سے سخت دشمن بھی کبھی اس پر کسی گناہ یا ظلم کا الزام

نہ رکھ سکے۔ یہی نیکی تھی جس نے بالاخر تمام عرب کا دل موہ لیا پھر اس نے اپنی تعلیم وہدایت سے ان ہی عربوں کو جن کا حال اوپر پڑھ چکے ہو وحشت اور جہالت سے نکال کر اعلیٰ درجہ کی مہذب قوم بنادیا۔ جو عرب کسی قانون کی پابندی پر تیار نہ تھے ان سب کو ایسا پابند قانون بنایا کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسی قوم پابند قانون نظر نہیں آتی۔ جو عرب کسی حکومت کی اطاعت پر آمادہ نہ تھے ان سب کو ایک عظیم الشان سلطنت کا تابع بنادیا۔ جن عربوں کو اخلاق کی ہوا تک نہ لگی تھی ان کے اخلاق ایسے پاکیزہ بنادئے کہ آج ان کے حالات پڑھ کر دنیا دنگ رہ جاتی ہے۔ جو عرب اس وقت دنیا کی قوموں میں سب سے زیادہ پست تھے وہ اس تنہا انسان کے اثر سے ۲۳ برس کے اندر یکایک ایسے زبردست ہوگئے کہ انہوں نے ایران، روم اور مصر کی عظیم الشان سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔ دنیا کو تمدن، تہذیب، اخلاق اور انسانیت کا سبق دیا۔ اور اسلام کی ایک تعلیم اور ایک شریعت کو لیکر ایشیاء افریقہ، اور یورپ دور دراز گوشوں تک میں پھیل گئے۔

یہ تو وہ اثرات ہیں جو عرب قوم پر ہوئے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز اثرات اس امی کی تعلیم سے تمام دنیا پر ہوئے۔ اسنے ساری دنیا کے خیالات، عادات اور قوانین میں انقلاب پیدا کردیا۔ ان کو چھوڑو جنہوں نے اس کو اپنا رہنما ہی مان لیا ہے مگر حیرت یہ ہیکہ جنہوں نے اسکی پیروی سے انکار کیا، جو اسکے مخالف ہیں، اس کے دشمن ہیں وہ بھی تو اسکے اثر سے بچ نہ سکے۔ دنیا توحید کا سبق بھول گئی تھی۔ اسی نے پھر سے یہ سبق یاد دلایا اور اتنے زور

کے ساتھ اس کا صورت پھونکا کہ آج بت پرستوں اور مشرکوں کے مذہب بھی توحید کا دعویٰ کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اس نے اخلاق کی ایسی زبردست تعلیم دی کہ اس کے بنائے ہوئے اصول تمام دنیا کے اخلاقیات میں پھیل گئے اور پھیلتے چلے جا رہے ہیں۔ اس نے قانون اور سیاست اور تہذیب و معاشرت کے جو اصول بتائے وہ ایسے پکے اور سچے اصول تھے کہ مخالفوں نے بھی چپکے چپکے ان کی خوشہ چینی شروع کر دی اور آج تک کئے جا رہے ہیں۔

جیسا کہ تم کو اوپر بتایا جا چکا ہے۔ یہ شخص ایک جاہل قوم اور نہایت تاریک ملک میں پیدا ہوا تھا۔ چالیس برس کی عمر تک گلہ بانی اور سوداگری کے سوا اس نے کوئی کام نہ کیا تھا۔ کسی قسم کی تعلیم و تربیت بھی اس نے نہ پائی تھی مگر غور کرو۔ چالیس برس کی عمر کو پہنچنے کے بعد کہاں سے اس کے اندر یکایک اتنے کمالات جمع ہو گئے؟ کہاں سے اس کے پاس ایسا علم آ گیا؟ کہاں سے اس میں یہ طاقت پیدا ہو گئی؟ ایک اکیلا انسان ہے اور ایک ہی وقت میں ایک بے نظیر سپہ سالار بھی ہے۔ ایک اعلیٰ درجہ کا جج بھی ہے۔ ایک زبردست مقنن بھی ہے، ایک بے مثل فلاسفر بھی ہے۔ ایک لاجور مصلح اخلاق و تمدن بھی ہے۔ ایک حیرت انگیز ماہر سیاست بھی ہے۔ پھر اتنی مصروفیتوں کے باوجود راتوں کو گھنٹوں اپنے خدا کی عبادت بھی کرتا ہے۔ اپنی بیویوں اور بچوں کے حقوق بھی ادا کرتا ہے۔ غریبوں اور مصیبت زدوں کی خدمت بھی کرتا ہے ایک بڑے ملک کی بادشاہی مل جانے پر بھی ایک فقیر کی سی زندگی بسر کرتا ہے بوریے پر سوتا ہے۔ موٹا جھوٹا پہنتا ہے۔ غریبوں کی سی غذا کھاتا ہے بلکہ کبھی کبھی فاقے کی بھی نوبت آ جاتی ہے۔

یہ حیرت انگیز کمالات دکھا کر اگر وہ کہتا کہ میں انسان سے بالاتر ہستی
ں تب بھی کوئی اس کے دعوے کی تردید نہ کر سکتا تھا۔ مگر جانتے ہو کہ
ں نے کیا کہا۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ سب میرے اپنے کمالات ہیں۔ اس
نے ہمیشہ یہی کہا کہ میرے پاس کچھ بھی اپنا نہیں۔ سب کچھ خدا کا ہے اور
ا کی طرف سے ہے۔ میں نے جو کلام پیش کیا ہے جس کی نظیر لانے سے
ب انسان عاجز ہیں۔ یہ میرا کلام نہیں نہ میرے دماغ کی قابلیت کا نتیجہ ہے۔
خدا کا کلام ہے اور اس کی ساری تعریف خدا ہی کے لئے ہے۔ میرے جتنے
م ہیں یہ بھی میری اپنی قابلیت سے نہیں ہیں۔ محض خدا کی ہدایت سے
ں۔ ادھر سے جو کچھ اشارہ ہوتا ہے وہی کرتا ہوں اور وہی کہتا ہوں اب بتاؤ
ایسے سچے انسان کو خدا کا پیغمبر کیسے نہ مانا جائے۔ اس کے کمالات ایسے
ں کہ تمام دنیا میں ابتدا سے لیکر آج تک ایک انسان بھی اس کے مانند
یں ملتا۔ مگر اس کی سچائی ایسی ہے کہ وہ ان کمالات پر فخر نہیں کرتا۔ ان کی
ریف خود حاصل نہیں کرنا چاہتا بلکہ جس نے یہ سب کچھ دیا ہے صاف
اف اسی کا حوالہ دے دیتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم اس کی تصدیق نہ کریں۔
ب وہ خود اپنی خوبیوں کے متعلق کہتا ہے کہ یہ خدا کی دی ہوئی ہیں تو ہم
یں کہیں کہ نہیں۔ یہ سب تیرے اپنے دماغ کی پیداوار ہیں۔ جھوٹا آدمی تو
وسرے کی خوبیوں کو بھی اپنی طرف منسوب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
یہ شخص ان خوبیوں کو بھی اپنی طرف منسوب نہیں کرتا۔ جنہیں وہ بہت
سانی کے ساتھ اپنی خوبیاں کہہ سکتا تھا۔ جن کے حاصل ہونے کا ذریعہ کسی

کو معلوم بھی نہ ہو سکتا تھا۔ جن کی بنا پر اگر وہ انسان سے بالاتر ہونے ک
دعوٰی کرتا تو کوئی اس کی تردید نہ کر سکتا تھا۔ پھر بتاؤ کہ اس سے زیاد
انسان کون ہوگا۔

دیکھو یہ ہیں ہمارے سرکار تمام جہاں کے پیغمبر حضرت محمدؐ
کی پیغمبری کی دلیل خود ان کی سچائی ہے۔ ان کے عظیم الشان کارنا
ان کے اخلاق، ان کی پاک زندگی کے واقعات سب تاریخوں سے ثابت
جو شخص صاف دل سے حق پسندی اور انصاف کے ساتھ ان کو پڑھے گا
کا دل خود گواہی دیگا کہ وہ ضرور خدا کے پیغمبر ہیں۔ جو کلام انہوں
پیش کیا وہ یہی قرآن ہے جسے تم پڑھتے ہو۔ اس بے نظیر کتاب کو جو شخص
سمجھ کر کھلے دل سے پڑھیگا اسکو اقرار کرنا پڑیگا کہ ضرور خدا کی کتاب
کوئی انسان ایسی کتاب تصنیف نہیں کر سکتا۔

ختم نبوت :۔ اب تم کو جاننا چاہیئے کہ اس زمانہ میں اسلام کا سچ
سیدھا راستہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم
قرآن مجید کے سوا نہیں۔ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نوع انسانی کیلئے خدا
پیغمبر ہیں۔ ان پر پیغمبری کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ انسان کی
قدر ہدایت کرنا چاہتا تھا۔ وہ سب کی سب اسنے اپنے آخری پیغمبر کے ذ
سے بھیج دی۔ اب جو شخص حق کا طالب ہو اور خدا کا مسلم بندہ بننا چاہتا
اس پر لازم ہیکہ خدا کے آخری پیغمبر پر ایمان لائے جو کچھ تعلیم انہوں
دی ہے اسکو مانے اور جو طریقہ انہوں نے بتایا ہے اسکی پیروی کرے۔

پیغمبری کی حقیقت ہم نے تم کو پہلے بتادی ہے اسکو سمجھنے اور اس پر غور کرنے سے تمکو خود معلوم ہو جائیگا۔ پیغمبر روز روز پیدا نہیں ہوتے نہ یہ ضروری ہیکہ ہر قوم کیلیئے ہر وقت ایک پیغمبر ہو۔ پیغمبر کی زندگی دراصل اس کی تعلیم وہدایت کی زندگی ہے جب تک اس کی تعلیم اور ہدایت زندہ ہے اس وقت تک گویا وہ خود زندہ ہے پچھلے پیغمبر مر گئے۔ کیونکہ جو تعلیم انہوں نے دی تھی دنیا نے اس کو بدل ڈالا جو کتابیں وہ لائے تھے۔ ان میں سے ایک بھی آج اپنی اصلی صورت میں موجود نہیں۔ خود انکے پیرو بھی یہ دعوی نہیں کر سکتے کہ ہمارے پاس ہمارے پیغمبروں کی دی ہوئی کتابیں موجود ہیں۔ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی ہدایت کو بھی بھلا دیا۔ پچھلے پیغمبروں میں سے ایک کے بھی صحیح اور معتبر حالات آج کہیں نہیں ملتے۔ یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس زمانہ میں پیدا ہوئے؟ کہاں پیدا ہوئے؟ کیا کام انہوں نے کیئے؟ کس طرح زندگی بسر کی؟ کن باتوں کی تعلیم دی اور کن باتوں سے روکا؟ یہی ان کی موت ہے۔ مگر محمدؐ زندہ ہیں۔ کیونکہ ان کی تعلیم وہدایت زندہ ہے۔ جو قرآن انہوں نے دیا تھا وہ اپنے اصلی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ اس میں ایک حرف ایک لفظ ایک زیر وزبر کا بھی فرق نہیں آیا۔ ان کی زندگی کے حالات ان کے اقوال ان کے افعال سب کے سب محفوظ ہیں اور تیرہ سو برس سے زیادہ مدت گزر جانے کے بعد بھی تاریخ میں انکا نقشہ ایسا صاف نظر آتا ہیکہ گویا ہم خود آنحضرتؐ کو دیکھ رہے ہیں۔ دنیا کے کسی شخص کی زندگی بھی تاریخ میں اتنی محفوظ

نہیں جتنی آنحضرتؐ کی زندگی محفوظ ہے۔ ہم اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں
ہر وقت آنحضرتؐ کی زندگی سے سبق لے سکتے ہیں۔ یہی اس بات کی دلیل
ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد اب کسی دوسرے پیغمبر کی ضرورت نہیں۔

ایک پیغمبر کے بعد دوسرا پیغمبر آنیکی صرف تین وجہیں ہو سکتی ہیں

یا تو پہلے پیغمبر کی تعلیم وہدایت مرگئی ہو اور اس کو پھر زندہ
کرنے کی ضرورت ہو۔

یا پہلے پیغمبر کی تعلیم مکمل نہ ہو۔ اور اس میں ترمیم یا اضافہ کی
ضرورت ہو۔

یا پہلا پیغمبر ایک خاص قوم کے لئے ہو اور اب ایک دوسری قوم
کے لئے دوسرے پیغمبر کی ضرورت ہو۔

یہ تینوں وجہیں اب باقی نہیں رہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعلیم وہدایت زندہ ہے جیسا کہ اوپر تمھیں معلوم ہوا۔ انہوں نے اسلام
کی پوری اور مکمل تعلیم دے دی ہے جس میں اب کوئی نقص باقی نہیں۔
بات تحقیق سے بھی ثابت ہے اور قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ
ہے ۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (آج میں
تمھارے لئے تمھارے دین کو پورا کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی) ر
تیسری وجہ تو وہ بھی اب نہیں رہی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں
لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اور اب کسی خاص قوم کے لئے الگ نبی

رورت نہیں۔ قرآن میں آنحضرتؐ کو اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہیکہ
یُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۔ (اے انسانو! میں تم سب
ے اللہ کا پیغمبر ہوں)۔ اسی بناء پر حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو
آن مجید میں خاتم النبیین کہا گیا ہے یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کردینے والا۔

اسلام کی پوری تعریف:۔ لہذا اب دین اسلام کا جو کچھ علم ہم کو
صل ہوسکتا ہے اس کا ذریعہ صرف محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان پر
مان لاؤ۔ قرآن پر ایمان لاؤ۔ خدا کی ذات وصفات اور اسکے ملائکہ کے متعلق
کچھ انہوں نے بتایا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ رسولوں اور کتابوں کے متعلق
کچھ انہوں نے تعلیم دی ہے اس پر ایمان لاؤ۔ آخرت کی زندگی اور جزا
سزا کے متعلق جو معلومات انہوں نے دی ہیں ان سب باتوں پر ایمان لاؤ۔
دا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا جو طریقہ انہوں نے اپنے قول
ر عمل سے بتایا ہے اس کی پیروی کرو۔ یہی اسلام ہے۔ اور اس کے خلاف
کچھ ہے کفر ہے۔

● الفاظ اور انکے معنی

گزیدہ	= پسندیدہ	ذہانت	= ذہن کی تیزی
حی	= پیغام الہیٰ	ملکہ	= مہارت
مسہ	= چھونے یا مس کرنیوالی طاقت	بخشش	= انعام معافی

صراط مستقیم = سیدھا راستہ
مقید = قید رکھا گیا
خط منحنی = ٹیڑھی لکیر
متمدن = مہذب
تقلید = پیروی
فیاضی = سخی۔ دریادل
متضاد = برعکس۔ خلاف
مسافت = فاصلہ۔ دوری
تصنیف = کتاب لکھنا۔ مضمون بنانا
اصلاح = ترمیم۔ صحت۔ درستی
سن بلوغ = جوانی کی عمر۔ اٹھارہ سال کی عمر
سیاحت = ملکوں اور شہروں کی سیر
خونریزی = خون بہانے والا
امین = امانت رکھنے والا۔ ایماندار
زیروزبر کرنا = درہم برہم کرنا۔ تباہ کرنا
شرک = خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک جاننا
مقنن = قانون بنانے والا۔ قانون داں
انشاپردازی = مضمون نگاری۔ مضمون لکھنے کا طریقہ

● سوالات

سوال۔۱ پیغمبر کی حقیقت کے بارے میں تفصیل سے لکھئیے؟

سوال۔۲ پیغمبر کی پہچان کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں تفصیل سے لکھئے

ال۔ ۳ پیغمبر پر ایمان لانے کی ضرورت پر مختصراً نوٹ لکھئیے؟

ال۔ ۴ پیغمبر کی مختصر تاریخ کیا ہے لکھئیے؟

ال۔ ۵ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں تفصیل سے لکھئیے؟

ال۔ ۶ حضرت محمدؐ سے پہلے عربوں میں کونسی برائیاں تھیں؟

ال۔ ۷ حضرت محمدؐ کے اخلاق وعادات کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں تفصیل سے لکھئیے؟

ال۔ ۸ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو کس بات کی تعلیم دی؟ تفصیل سے لکھئیے؟

ال۔ ۹ جاہل قوم نے حضرت محمدؐ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

ال۔ ۱۰ حضرت محمدؐ نے عرب قوم کو جہالت سے نکال کر کیسی قوم میں تبدیل کیا تفصیل سے لکھئیے؟

ال۔ ۱۱ حضرت محمدؐ کی تعلیم سے دنیا پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

ال۔ ۱۲ ختم نبوت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں تفصیل سے لکھئیے؟

باب چہارم

ایمان مفصل

خدا پر ایمان۔ لاالہ الا اللہ کے معنی۔ لاالہ الااللہ کی حقیقت۔ انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کا اثر۔ خدا کے فرشتوں پر ایمان۔ خدا کی کتابوں پر ایمان۔ خدا کے رسولوں پر ایمان۔ آخرت پر ایمان عقیدہ آخرت کی ضرورت۔ عقیدہ آخرت کی صداقت۔ کلمہ طیبہ

۱۔ آگے بڑھنے سے پہلے تم کو ایک مرتبہ پھر ان معلومات کا جائ لے لینا چاہئیے جو تمھیں پچھلے ابواب میں حاصل ہوئی ہیں۔

۲۔ اگرچہ اسلام کے معنی صرف خدا کی اطاعت اور فرمابرداری ہیں۔ لیکن چونکہ خدا کی ذات وصفات اور اس کے پسندیدہ طریقہ ا آخری انجام کا علم صرف خدا کے پیغمبر ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اس مذہب اسلام کی صحیح تعریف یہ ہوئی کہ "پیغمبر کی تعلیم پر ایمان لانا اور ا کے طریقہ کی پیروی کرنا اسلام ہے۔ جو شخص پیغمبر کے واسطے کو چھوڑ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کرے وہ "مسلم" نہیں ہے۔

۳۔ قدیم زمانے میں الگ الگ قوموں کیلئے الگ الگ پیغمبر آتے تھے
ر ایک ہی قوم میں یکے بعد دیگرے کئی کئی پیغمبر آیا کرتے تھے۔ اس
قت ہر قوم کیلئے "اسلام" اس مذہب کا نام تھا جو خاص اسی قوم کے پیغمبر
پیغمبروں نے سکھایا تھا۔ اگرچہ اسلام کی حقیقت ہر ملک اور ہر زمانہ میں
یک ہی تھی مگر شریعتیں۔ یعنی قوانین اور عبادت کے طریقہ مختلف تھے۔
س لئے ایک قوم پر دوسری قوم کے پیغمبروں کی پیروی ضروری نہ تھی۔

۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تو آپ
کے ذریعہ سے اسلام کی تعلیم کو مکمل کر دیا گیا اور تمام دنیا کے لئے ایک ہی
شریعت بھیجی گئی آپ کی نبوت کسی خاص قوم یا ملک کے لئے نہیں بلکہ تمام
ولاد آدم کے لئے ہے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ اسلام کی جو شریعتیں
پچھلے پیغمبروں نے پیش کی تھیں وہ سب آنحضرتؐ کی آمد پر منسوخ کر دی
گئیں اور اب قیامت تک نہ کوئی نبی آنے والا ہے اور نہ کوئی دوسری شریعت
خدا کی طرف سے اترنے والی ہے۔ لہٰذا اب "اسلام" صرف محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کی پیروی کا نام ہے آپؐ کی نبوت کو تسلیم کرنا اور آپؐ کے اعتماد پر ان
سب باتوں کو ماننا جن پر ایمان لانے کی آپؐ نے تعلیم دی ہے اور آپؐ کے
تمام احکام کو خدا کے احکام سمجھ کر ان کی اطاعت کرنا "اسلام" ہے۔

آؤ اب ہم تمھیں بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن
باتوں پر ایمان لانے کی تعلیم دی ہے؟ یہ کیسی سچی باتیں ہیں؟ اور انکو ماننے
سے انسان کا درجہ کس قدر بلند ہو جاتا ہے؟

خدا پر ایمان:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہم تعلیم یہ ہیکہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ کے سوا "اِلٰہ" نہیں ہے)۔ یہ کلمہ اسلام کی بنیاد ہے۔ جو چیز مسلم کو ایک کافر ایک مشرک اور ایک دہریئے سے الگ کرتی ہے وہ یہی ہے۔ اسی کلمہ کے اقرار اور انکار سے انسان اور انسان کے درمیان عظیم الشان فرق ہو جاتا ہے۔ اس کو ماننے والے ایک قوم بن جاتے ہیں اور نہ ماننے والے دوسری قوم۔ اس کے ماننے والوں کے لئے دنیا سے لیکر آخرت تک ترقی، کامیابی اور سرفرازی ہے اور نہ ماننے والوں کے لئے نامرادی ذلت اور پستی۔ اتنا بڑا فرق جو انسان اور انسان کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ یہ محض ل، ا اور ہ سے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے جملے کو زبان سے ادا کرنے کا نتیجہ نہیں ہے۔ زبان سے اگر تم دس لاکھ مرتبہ کنین کنین پکارتے رہو اور کنین کھاؤ نہیں تو تمھارا بخار نہ اترے گا۔ اسی طرح اگر زبان سے تم نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دیا۔ مگر یہ نہ سمجھے کہ اس کے معنی کیا ہیں اور یہ الفاظ کہہ کر تم نے کتنی بڑی چیز کا اقرار کیا ہے اور اس اقرار سے تم پر کتنی بڑی ذمہ داری عائد ہو گئی ہے تو ایسا بے سمجھ کا تلفظ کچھ بھی مفید نہیں۔ دراصل فرق تو اس وقت واقع ہوگا۔ جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی تمھارے دل میں اتر جائیں۔ اس کے معنی پر تم کو کامل یقین ہو جائے۔ اس کے خلاف جتنے اعتقادات ہیں ان سے تمھارا دل بالکل پاک ہو جائے اور اس کلمہ کا اثر تمھارے دل و دماغ پر کم از کم اتنا ہی گہرا ہو جتنا اس بات کا اثر ہے کہ

ں جلانے والی چیز ہے اور زہر مار ڈالنے والی چیز یعنی جس طرح آگ کی
یت پر ایمان تم کو چولھے میں ہاتھ ڈالنے سے روکتا ہے ۔ اور زہر کی
یت پر ایمان تم کو زہر کھانے سے باز رکھتا ہے ۔ اسی طرح لا الہ الا اللہ پر
ں تم کو شرک اور کفر اور دہریت کی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات سے بھی
ے دے خواہ وہ اعتقاد میں ہو یا عمل میں ۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی :۔ سب سے پہلے سمجھو کہ "الٰہ" کسے کہتے
۔ عربی زبان میں "الٰہ" کے معنی "معبود" کے ہیں یعنی ایسی ہستی جو
ں شان اور جلال اور برتری کے لحاظ سے اس قابل ہو کہ اس کی پرستش
ئے اور بندگی اور عبادت میں اس کے آگے سر جھکا دیا جائے "الٰہ"
کو بھی کہتے ہیں ۔ جس کی طاقتیں اس قدر وسیع ہوں کہ انسان ان کو سمجھنے
حیران رہ جائے "الٰہ" کے مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ بڑی
ں کا مالک ہو ۔ دنیا کی سب چیزیں اس کی محتاج اور اس سے مدد مانگنے
لئے مجبور ہوں "اِلٰہ" کے الفاظ میں پوشیدگی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے
ں "الٰہ" اسکو کہیں گے جس کی طاقتیں پر اسرار ہوں ۔ فارسی زبان میں
ا" اور ہندی میں "دیوتا" اور انگریزی میں "گاڈ" کے معنی بھی اسی سے
ۃ جلتے ہیں اور دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی اس مطلب کے لئے
وص الفاظ پائے جاتے ہیں ۔

لفظ اللہ دراصل خدائے وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ کا اسم ذات ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
ظی ترجمہ یہ ہو گا کہ کوئی الہ نہیں ہے سوائے اس خاص ذات کے جس کا

نام اللہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات میں اللہ کے سوا کوئی ایک ہس
بھی ایسی نہیں جو پوچھنے کے لائق ہو۔ اس کے سوا کوئی اس لائق نہیں
عبادت اور بندگی میں اس کے آگے سر جھکا دیا جائے۔ صرف وہی ای
ذات تمام طاقتوں کی مالک ہے۔ تمام چیزیں اسی کی محتاج ہیں۔ سب ا
سے مدد مانگنے پر مجبور ہیں وہ جو اس سے پوشیدہ ہے اور اس کی ہستی
سمجھنے میں عقل حیران رہ جاتی ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی حقیقت:۔ یہ تو صرف الفاظ کا مفہوم تھا۔ ا
اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

انسان کی قدیم سے قدیم تاریخ کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں۔
پرانی سے پرانی قوموں کے جو آثار دیکھے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے
انسان نے ہر زمانے میں کسی نہ کسی کو خدا مانا ہے اور کسی نہ کسی کی عباد
ضرور کی ہے۔ اب بھی دنیا میں جتنی قومیں ہیں خواہ وہ نہایت وحشی ہوں
نہایت مہذب ان سب میں یہ بات موجود ہے کہ وہ کسی کو خدا مانتی ہیں۔
اس کی عبادت کرتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا انسان کی فطرت میں خد
خیال بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے اندر کوئی چیز ایسی ہے جو اسے مجبور کرتی ہے
کسی کو خدا مانے اور اس کی عبادت کرے۔

سوال پیدا ہوتا ہے وہ چیز کیا ہے؟ تم خود اپنی ہستی پر اور
انسانوں کی حالت پر نظر ڈال کر اس سوال کا جواب معلوم کر سکتے ہو۔ ان

صل بندہ ہی پیدا ہوا ہے وہ فطرۃ محتاج ہے۔ کمزور ہے۔ فقیر ہے۔
ر چیزیں ہیں جو اس کی ہستی کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہیں مگر وہ
کے قبضۂ قدرت میں نہیں ہیں۔ آپ سے آپ اس کو حاصل بھی ہوتی
ور اس سے چھن بھی جاتی ہیں۔ بہت سی چیزیں ہیں۔ جو اسکے لئے فائدہ
یں۔ وہ انکو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مگر کبھی وہ اس کو مل جاتی ہیں اور کبھی
ملتیں۔ کیونکہ ان کو حاصل کرنا بالکل اسکے اختیار میں نہیں ہے۔ بہت
یزیں ہیں جو اس کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ اس کی عمر بھر کی محنتوں کو آن
ں میں برباد کردیتی ہیں۔ اس کی آرزوں کو خاک میں ملادیتی ہیں۔ اس
ری اور ہلاکت میں مبتلا کردیتی ہیں وہ ان کو دفع کرنا چاہتا ہے۔ کبھی وہ
جاتی ہیں اور کبھی نہیں ہوتیں۔ اس سے وہ جان لیتا ہے کہ ان کا آنا
آنا دفع ہونا یا نہ ہونا اس کے اختیار سے باہر ہے۔ بہت سی چیزیں ہیں
شان و شوکت اور بزرگی کو دیکھ کر وہ مرعوب ہو جاتا ہے۔ پہاڑوں کو
ہے، دریاؤں کو دیکھتا ہے بڑے بڑے ہولناک اور خطرناک جانور
ہے ہواؤں کے طوفان اور پانی کے سیلاب اور زمین کے زلزلے دیکھتا
بادلوں کی آمد اور گھٹاؤں کی سیاہی اور بجلی کی کڑک اور چمک اور
بار بارش کے مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے آتے ہیں۔ سورج
د اور تارے اس کو گردش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ یہ
یزیں کتنی بڑی کتنی طاقتور، کتنی شاندار ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں وہ
ضعیف اور حقیر ہے۔ یہ مختلف نظارے اور خود اپنی مجبوریوں کے

مختلف حالات دیکھ کر اس کے دل میں آپ سے آپ اپنی بندگی، محتاجی ا
کمزوری کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور جب یہ احساس پیدا ہوتا ہے تو ا
کے ساتھ ہی خود بخود الوہیت یعنی خدائی کا تصور بھی پیدا ہوتا ہے وہ ا
ہاتھوں کا خیال کرتا ہے جو اتنی بڑی طاقتوں کے مالک ہیں۔ ان کی بزرگ
احساس اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ ان کی عبادت میں سر جھکا دے۔ ان
قوت کا احساس اسے مجبور کرتا ہیکہ ان کے آگے اپنی عاجزی پیش کرے
ان کی نفع پہنچانے والی قوتوں کا احساس اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ ان سے
مانگے ان کے نقصان پہنچانے والی طاقتوں کا احساس اسے مجبور کرتا ہے ک
ان سے خوف کرے اور ان کے غضب سے بچے۔

جہالت کے سب سے زیادہ ادنی درجہ میں انسان یہ سمجھتا ہے ک
چیزیں اس کو شان اور طاقت والی نظر آتی ہیں یا کسی طرح نفع ونقص
پہونچاتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ یہی خدا ہیں۔ چنانچہ وہ جانوروں اور دری
اور پہاڑوں کو پوجتا ہے، زمین کی پرستش کرتا ہے۔ آگ اور بارش او
اور چاند اور سورج کی عبادت کرتا ہے۔

یہ جہالت جب ذرا دور ہوتی ہے۔ اور کچھ علم کی روشنی آتی ہے
اسے معلوم ہوتا ہے کہ سب چیزیں تو خود اسی کی طرح محتاج اور کمزور
بڑے سے بڑا جانور بھی ایک ادنی مچھر کی طرح مرتا ہے۔ بڑے سے بڑ
دریا خشک ہو جاتے ہیں اور چڑھتے اترتے رہتے ہیں۔ پہاڑوں کو خود ا
توڑتا پھوڑتا ہے۔ زمین کا پھلنا پھولنا خود زمین کے اختیار میں نہیں جب

ں کا ساتھ نہیں دیتا تو وہ خشک ہو جاتی ہے۔ پانی بھی بے اختیار ہے۔ اس
آمد ہوا کی محتاج ہے۔ ہوا بھی اپنے اختیار میں نہیں، اس کا مفید ہونا اور
ر مفید ہونا دوسرے اسباب کے تحت ہے۔ چاند اور سورج اور تارے بھی
ں قانون کے تابع ہیں۔ اس قانون کے خلاف کبھی ادنی سی جنبش بھی نہیں
سکتے۔ اب اسکا ذہن مخفی اور پر اسرار قوتوں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔
خیال کرتا ہے کہ ان ظاہری چیزوں کی پشت پر کچھ پوشیدہ قوتیں ہیں جو ان
حکومت کر رہی ہیں اور سب کچھ انہیں کے اختیار میں ہے۔ یہیں سے
ـداؤں" اور "دیوتاؤں" کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے۔ روشنی اور ہوا اور پانی اور
یماری و تندرستی اور مختلف دوسری چیزوں کے خدا الگ مان لئے جاتے ہیں
ر انکی خیالی صورتیں بنا کر انکی عبادت کی جاتی ہے۔

اس کے بعد جب اور زیادہ علم کی روشنی آتی ہے تو انسان دیکھتا ہے
دنیا کے انتظام میں ایک زبردست قانون اور ایک بڑے ضابطے کی
بندی پائی جاتی ہے۔ ہواؤں کی رفتار اور بارش کی آمد، اور سیاروں کی
دش، اور فصلوں اور موسموں کے تغیر میں کیسی باقاعدگی ہے۔ کس طرح
بے شمار قوتیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہیں؟ کیسا
بردست قانون ہے کہ جو وقت جس کام کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ ٹھیک
ی وقت پر کائنات کے تمام اسباب جمع ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے
شتراک عمل کرتے ہیں انتظام عالم کی ہم آہنگی دیکھ کر مشرک انسان یہ ماننے
مجبور ہوتا ہے کہ ایک سب سے بڑا خدا بھی ہے جو ان تمام چھوٹے

چھوٹے خداؤں پر حکومت کر رہا ہے۔ ورنہ اگر سب خدا ایک دوسرے
الگ اور بالکل خود مختار ہوں تو دنیا کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔
اس بڑے خدا کو "اللہ" اور "پرمیشور" اور "خدائے خدائے گان" و
ناموں سے موسوم کرتا ہے۔ مگر عبادت میں اس کے ساتھ چھوٹے خداؤ
بھی شریک رکھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہیکہ خدائی بھی دنیوی بادشاہی کے نمون
ہے جس طرح دنیا میں ایک بادشاہ ہوتا ہے اور اس کے بہت سے وزیر
معتمد اور ناظم اور دوسرے بااختیار عہدہ دار ہوتے ہیں۔ اس طرح کائنا
میں بھی ایک خدا ہے۔ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے خدا اسکے ماتحت ہیں
جب تک ان چھوٹے خداؤں کو خوش نہ کیا جائے گا۔ بڑے خدا تک رسائی
ہو سکے گی۔ اس لئے ان کی بھی عبادت کرو۔ ان کے آگے ہاتھ پھیلاؤ ان
ناراضی سے ڈرو اور ان کو بڑے خدا تک پہنچنے کا ذریعہ بناؤ۔

پھر جب علم میں اور ترقی ہوتی ہے تو خداؤں کی تعداد گھٹنے لگتی۔
جتنے خیالی خدا جاہلوں نے بنا رکھے ہیں ان میں سے ایک ایک کے متعلق
کرنے سے انسان کو معلوم ہوتا چلا جاتا ہے کہ وہ خدا نہیں ہیں۔ ہماری
طرح کے بندے ہیں۔ بلکہ ہم سے بھی زیادہ بے بس ہیں۔ اس طرح وہ
کو چھوڑتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں صرف ایک خدا رہ جاتا ہے۔
اس ایک خدا کے متعلق پھر بھی اس کے خیالات میں بہت کچھ جہالت باقی
جاتی ہے۔ کوئی یہ خیال کرتا ہے خدا بیوی بچے رکھتا ہے۔ کوئی سمجھتا ہے
ہماری طرح جسم رکھتا ہے۔ اور ایک جگہ بیٹھا ہوا خدائی کر رہا ہے۔ کوئی

ان کرتا ہے کہ خدا انسان کی صورت میں زمین پر اترتا ہے۔ کوئی کہتا ہے
را اس دنیا کے کارخانہ کو چلا کر خاموش بیٹھ گیا ہے اور اب کہیں آرام
رہا ہے۔ کوئی سمجھتا ہے کہ خدا کے ہاں بزرگوں اور روحوں کی سفارش
لے جانا ضروری ہے۔ ان کو وسیلہ بنائے بغیر کام نہیں چلتا۔ کوئی اپنے خیال
ں خدا کی ایک صورت تجویز کرتا ہے اور عبادت کے لئے اس صورت کو
منے رکھنا ضروری سمجھتا ہے۔ اس طرح کی بہت سی غلط فہمیاں۔ توحید کا
تقاد رکھنے کے باوجود انسان کے ذہن میں باقی رہ جاتی ہیں جن کے سبب
ے وہ شرک یا کفر میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور یہ سب جہالت کا نتیجہ ہے۔

سب سے آخر میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا درجہ ہے۔ یہ وہ علم ہے جو
د اللہ نے ہر زمانے میں اپنے نبیوں کے ذریعے سے انسان کے پاس بھیجا
ہے یہی علم ابتداء میں حضرت آدمؑ کو دے کر زمین پر اتارا گیا تھا۔ یہاں
م نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ اور اسی
م کو لیکر حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ یہ خالص علم ہے
س میں جہالت کا شائبہ تک نہیں انسان شرک و بت پرستی اور کفر میں اسی
بہ سے مبتلا ہوا ہے کہ اس نے پیغمبروں کی تعلیم سے منہ موڑ کر خود اپنے
اس اور اپنی عقل پر بھروسہ کیا۔ آؤ اب ہم تمھیں بتائیں کہ اس چھوٹے
ے فقرے میں کتنی بڑی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

۱۔ سب سے پہلی چیز الوہیت یعنی خدائی کا تصور ہے۔ یہ وسیع کائنات
س کے آغاز و انجام اور ابتداء اور انتہا کا خیال کرنے سے ہمارا ذہن تھک

جاتا ہے جو نامعلوم زمانے سے چلی آرہی ہے اور نا معلوم زمانہ تک چ
جارہی ہے جس میں بے حد وحساب مخلوق پیدا ہوئی اور پیدا ہوئے جا
ہے جس میں ایسے ایسے حیرت انگیز کرشمے ہورہے ہیں کہ ان کو دیکھ
عقل دنگ رہ جاتی ہے اس کائنات کی خدائی صرف وہی کر سکتا ہے ۔ جو
محدود ہو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے، کسی کا محتاج نہ ہو بے نیاز ہو، قا
مطلق ہو۔ حکیم اور دانا ہو ہر چیز کا علم رکھتا ہو اور کوئی چیز اس سے مخفی
ہو، سب پر غالب ہو اور کوئی اس کے حکم سے سرتابی نہ کر سکے ۔
حساب قوتوں کا مالک ہو، اور کائنات کی ساری چیزوں کو اس سے زندگی ا
رزق کا سامان بہم پہنچے ۔ عیب اور نقص اور کمزوری کی تمام صفات سے پا
ہو اور اس کے کاموں میں کوئی دخل نہ دے سکے ۔

۲۔ خدا کی یہ تمام صفات صرف ایک ہی ذات میں جمع ہونی ضرور
ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ دو ہستیاں یہ صفات برابر برابر رکھتی ہوں۔ کیو
سب پر غالب اور سب پر حاکم اور سب کا مالک تو ایک ہی ہو سکتا ہے۔ یہ
ممکن نہیں کہ یہ صفات تقسیم ہو کر بہت سے خداؤں میں بٹ جائیں کیونکہ ا
حاکم ایک ہو اور عالم دوسرا اور رزاق تیسرا تو ہر ایک خدا دوسرے خد
محتاج ہوگا اور اگر ایک نے دوسرے کا ساتھ نہ دیا تو ساری کائنات ای
لخت فنا ہو جائے گی۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ یہ صفات ایک سے دوسرے
منتقل ہوں یعنی کبھی ایک خدا میں پائی جائیں اور کبھی دوسرے میں
کیونکہ جو خدا خود زندہ رہنے کی قوت نہ رکھتا ہو وہ ساری کائنات کو زند

نہیں بخش سکتا، اور جو خدا خود اپنی خدائی کی حفاظت نہ کر سکتا ہو وہ اتنی بڑی کائنات پر حکومت نہیں کر سکتا پس تم کو علم کی جتنی زیادہ روشنی ملے گی۔ اتنا ہی زیادہ تم کو یقین ہوتا جائے گا کہ خدائی کی تمام صفات صرف ایک ذات میں جمع ہونی ضروری ہے۔

۳۔ خدائی کے اس کامل اور صحیح تصور کو نظر میں رکھو، پھر ساری کائنات پر نظر ڈالو جتنی چیزیں تم دیکھتے ہو، جتنی چیزوں کو کسی ذریعہ سے محسوس کرتے ہو جتنی چیزوں تک تمہارے علم کی پہنچ ہے ان میں سے ایک بھی ان صفات سے متصف نہیں ہے۔ عالم کی ساری موجودات محتاج ہیں، محکوم ہیں، بنتی اور بگڑتی ہیں، مرتی اور جیتی ہیں، کسی کو ایک حال پر قیام نہیں، کسی کو اپنے اختیار سے کچھ کرنے کی قدرت نہیں۔ کسی کو ایک فطرتی قانون کے خلاف بال برابر حرکت کرنے کا اختیار نہیں۔ ان کے حالات خود گواہی دیتے ہیں۔ کہ ان میں سے کوئی خدا نہیں۔ کسی میں خدائی کی ادنی سی جھلک بھی نہیں پائی جاتی، کسی کو خدائی میں ذرہ برابر بھی دخل نہیں۔ یہی معنی ہیں لَآ اِلٰہَ کے۔

۴۔ کائنات کی ساری چیزوں سے خدائی چھین لینے کے بعد تم کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ایک ہستی جو سب سے بالا و برتر ہے صرف وہی تمام خدائی کی صفات رکھتی ہے اور اسکے سوا کوئی خدا نہیں۔ یہی معنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے۔

یہ سب سے بڑا علم ہے۔ تم جس قدر تحقیق اور جستجو کرو گے تم کو معلوم ہو گا کہ یہی علم کا پہلا سرا بھی ہے اور یہی علم کی آخری حد بھی ہے۔

طبعیات، کیمیا، ہیئت، ارضیات، حیاتیات، حیوانیات، انسانیات غرض کائنات کی حقیقتوں کا کھوج لگانے والے جتنے علوم ہیں۔ ان میں سے خواہ کوئی علم لے لو، اس کی تحقیق میں جس قدر تم آگے بڑھتے جاؤ گے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی صداقت تم پر زیادہ کھلتی جائے گی۔ اور اس پر تمہارا یقین بڑھتا چلا جائے گا۔ اور تم کو علمی تحقیقات کے میدان میں ہر ہر قدم پر محسوس ہو گا کہ اس پہلی اور سب سے بڑی سچائی سے انکار کرنے کے بعد کائنات کی ہر چیز بے معنی ہو جاتی ہے۔

انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کا اثر:۔ اب ہم تمھیں یہ بتائیں گے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے اقرار سے انسان کی زندگی پر کیا اثر ہوتا ہے۔ اور اس کو نہ ماننے والا دنیا و آخرت میں کیوں نامراد ہو جاتا ہے۔

۱۔ اس کلمہ پر ایمان لانے والا کبھی تنگ نظر نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک خدا کا قائل ہوتا ہے جو زمین اور آسمان کا خالق۔ مشرق اور مغرب کا مالک اور تمام جہاں کا پالنے پوسنے والا ہے۔ اس ایمان کے بعد ساری کائنات میں کوئی چیز بھی اس کو غیر نظر نہیں آتی۔ وہ سب کو اپنی ذات کی طرح ایک ہی مالک کی ملکیت اور ایک ہی بادشاہ کی رعیت سمجھتا ہے اور اسکی ہمدردی اور محبت اور خدمت کسی دائرے کی پابند نہیں رہتی اس کی نظر ویسی ہی غیر محدود ہو جاتی ہے جیسی خود اللہ تعالیٰ کی بادشاہی غیر محدود ہے۔ یہ بات کسی ایسے شخص کو حاصل نہیں ہو سکتی جو بہت سے چھوٹے چھوٹے خداؤں کا قائل ہو۔ یا خدا میں انسان کی سی محدود اور ناقص صفات مانتا ہو، یا سرے سے خدا کا قائل ہی نہ ہو۔

۲۔ یہ کلمہ انسان میں انتہا درجہ کی خودداری اور عزت نفس پیدا کردیتا ہے اس پر اعتقاد رکھنے والا جانتا ہے کہ صرف ایک خدا تمام طاقتوں کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی نفع اور نقصان پہنچانے والا نہیں، کوئی رزق دینے والا نہیں، کوئی مارنے اور جلانے والا نہیں کوئی صاحب اختیار اور بااثر نہیں۔ یہ علم اور یقین اس کو خدا کے سوا تمام قوتوں سے بے نیاز اور بے خوف کردیتا ہے۔ اس کی گردن کسی مخلوق کے آگے نہیں جھکتی اس کا ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلتا اس کے دل میں کسی بزرگی کا سکہ نہیں بیٹھتا۔ یہ صفت سوائے عقیدہ توحید کے اور کسی عقیدہ سے پیدا نہیں ہوتی۔ شرک اور کفر اور دہریت کی لازمی خاصیت یہ ہے کہ انسان مخلوقات کے آگے سر جھائے، ان کو نفع اور نقصان کا مالک سمجھے ان سے خوف کھائے اور انہیں سے امیدیں وابستہ رکھے۔

۳۔ خودداری کے ساتھ یہ کلمہ انسان میں انکساری بھی پیدا کرتا ہے اس کا قائل کبھی مغرور اور متکبر نہیں ہوسکتا، اپنی قوت اور دولت اور قابلیت کا گھمنڈ اس کے دل میں سما ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے خدا ہی کا دیا ہوا ہے، اور خدا جس طرح دینے پر قادر ہے اسی طرح چھین لینے پر بھی قادر ہے۔ اس کے مقابلہ عقیدہ الحاد کے ساتھ جب انسان کو کسی قسم کا دنیوی کمال حاصل ہوتا ہے، تو وہ متکبر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے کمال کو محض اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ اسی طرح شرک اور کفر کے ساتھ بھی غرور پیدا ہونا لازمی ہے کیونکہ مشرک اور کافر

اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ خداؤں اور دیوتاؤں سے اس کا کوئی خاص تعلق ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں۔

۴۔ اس کلمہ پر اعتقاد رکھنے والا اچھی طرح سمجھتا ہے کہ نفس کی پاکیزگی اور نیک عمل کے سوا اس کے لئے فلاح اور نجات کا کوئی ذریعہ نہیں کیونکہ وہ ایک ایسے خدا پر اعتقاد رکھتا ہے جو بے نیاز ہے۔ کسی سے کوئی رشتہ نہیں رکھتا بے لاگ عدل کرنے والا ہے اور کسی کو اس کی خدائی میں دخل یا اثر حاصل نہیں۔ اس کے مقابلہ میں مشرکین اور کفار ہمیشہ جھوٹی توقعات پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی سمجھتا ہے کہ خدا کا بیٹا ہمارے لئے کفارہ بن گیا ہے۔ کوئی خیال کرتا ہے کہ ہم خدا کے چہیتے ہیں۔ اور ہمیں سزا مل ہی نہیں سکتی۔ کسی کا گمان یہ ہیکہ ہم اپنے بزرگوں سے خدا کے ہاں سفارش کرالیں گے۔ کوئی اپنے دیوتاؤں کو نذرونیاز دیکر سمجھ لیتا ہیکہ اب اسے دنیا میں سب کچھ کرنیکا لائسنس مل گیا ہے اس قسم کے جھوٹے اعتقادات ان لوگوں کو ہمیشہ گناہوں اور بدکاریوں کے چکر میں پھنسائے رکھتے ہیں اور وہ ان کے بھروسہ پر نفس کی پاکیزگی اور عمل کی نیکی سے غافل ہو جاتے ہیں۔ رہے دہریئے تو وہ سرے سے یہ اعتقاد ہی نہیں رکھتے کہ کوئی بالاتر ہستی ان سے بھلے اور برے کاموں کی باز پرس کرنے والی بھی ہے اس لئے وہ دنیا میں اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں۔ ان کے نفس کی خواہش ان کی خدا ہوتی ہے اور وہ اس کے بندے ہوتے ہیں۔

۵۔ اس کلمہ کا قائل کسی حال میں مایوس اور دل شکستہ نہیں ہوتا

ایک ایسے خدا پر ایمان رکھتا ہے جو زمین اور آسمان کے سارے خزانوں کا مالک ہے جس کا فضل وکرم بے حد و بے حساب ہے اور جس کی قوتیں بے پایاں ہیں۔ یہ ایمان اس کے دل کو غیر معمولی تسکین بخشتا ہے۔ اس کو اطمینان سے بھر دیتا ہے اور ہمیشہ امیدوں سے لبریز رکھتا ہے۔ چاہے وہ دنیا کے تمام دروازوں سے ٹھکرا دیا جائے سارے اسباب کا رشتہ ٹوٹ جائے وسائل و ذرائع ایک ایک کر کے اس کا ساتھ چھوڑ دیں، پھر بھی ایک خدا کا سہارا کسی حال میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اسی کے بل بوتے پر وہ نئی امیدوں کے ساتھ کوشش کئے چلا جاتا ہے۔ یہ اطمینان قلب عقیدہ توحید کے سوا اور کسی عقیدہ سے حاصل نہیں ہو سکتا مشرکین اور کفار اور دہریئے چھوٹے دل کے ہوتے ہیں۔ ان کا بھروسہ محدود طاقتوں پر ہوتا ہے اس لئے مشکلات میں بہت جلدی مایوسی ان کو گھیر لیتی ہے اور اکثر ایسی حالتوں میں وہ خود کشی تک کر گذرتے ہیں۔

۶۔ اس کلمہ کا اعتقاد انسان میں اولوالعزمی اور صبر و توکل کی زبردست طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ وہ جب خدا کی خوشنودی کے لئے دنیا میں بڑے بڑے کام انجام دینے کے لئے اٹھتا ہے تو اس کے دل میں یہ یقین ہو جاتا ہے کہ میری پشت پر زمین و آسمان کے بادشاہ کی قوت ہے یہ خیال اس میں پہاڑ کی سی مضبوطی پیدا کر دیتا ہے اور دنیا کی ساری مشکلات اور مصیبتیں اور مخالف طاقتیں مل کر بھی اس کو اپنے عزم سے نہیں ہٹا سکتیں۔ شرک اور کفر اور دہریت میں یہ طاقت کہاں؟

۷۔ یہ کلمہ انسان کو بہادر بناتا ہے۔ دیکھو آدمی کو بزدل بنانے والی دراصل دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک تو جان ومال اور بال بچوں کی محبت دوسرے یہ خیال کہ خدا کے سوا کوئی مارنے والا ہے۔ اور یہ کہ آدمی اپنی تدبیر سے موت کو ٹال سکتا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اعتقاد ان دونوں چیزوں کو دل سے نکال دیتا ہے۔ پہلی چیز تو اس لئے نکل جاتی ہے کہ اس کلمہ کا قائل اپنی جان اور مال اور ہر چیز کا مالک خدا ہی کو سمجھتا ہے اور اس کی خوشنودی کے لئے سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ رہی دوسری چیز تو وہ اس وجہ سے باقی نہیں رہتی کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والے کے نزدیک جان لینے کی قدرت کسی انسان یا حیوان یا توپ یا تلوار یا لکڑی یا پتھر میں نہیں ہے۔ اس کا اختیار صرف خدا کو ہے اور اس نے موت کا جو وقت مقرر کر دیا ہے۔ اس سے پہلے دنیا کی تمام قوتیں مل کر بھی اگر چاہیں تو کسی کی جان نہیں لے سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے سے زیادہ بہادر دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلے میں تلواروں کی باڑ اور گولیوں کی بوچھاڑ اور گولوں کی بارش اور فوجوں کی یورش سب ناکام ہو جاتی ہیں۔ اور وہ جب خدا کی راہ میں لڑنے کے لئے بڑھتا ہے تو اپنے سے دس گنی طاقت کا بھی منہ پھیر دیتا ہے۔ مشرکین اور کفار اور دہریے یہ قوت کہاں سے لائیں گے؟ ان کو تو جان سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ موت دشمن کے لانے سے آتی ہے اور ان کے بھاگنے سے بھاگ سکتی ہے۔

۸۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اعتقاد انسان میں قناعت اور بے نیازی کی

شان پیدا کر دیتا ہے، حرص وہوس اور رشک وحسد کے رکیک جذبات اس کے دل سے نکال دیتا ہے اور کامیابی حاصل کرنے کے ناجائز اور ذلیل طریقے اختیار کرنے کا خیال تک اس کے دماغ میں نہیں آنے دیتا وہ سمجھتا ہے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے کم دے۔ جس کو چاہے زیادہ دے عزت اور طاقت اور ناموری اور حکومت سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے وہ اپنی مصلحتوں کے لحاظ سے جس کو جس قدر چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ ہمارا کام صرف اپنی حد تک جائز کوشش کرنا ہے۔ کامیابی اور ناکامی خدا کے فضل پر موقوف ہے۔ وہ اگر دینا چاہے تو دنیا کی کوئی قوت اسے روک نہیں سکتی اور نہ دینا چاہے تو کوئی طاقت دلوا نہیں سکتی۔ اس کے مقابلہ میں مشرکین اور کفار اور دہریئے اپنی کامیابی اور ناکامی کو اپنی کوشش اور دنیوی طاقتوں کی مدد یا مخالفت پر موقوف سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان پر حرص وہوس مسلط رہتی ہے۔ کامیابی حاصل کرنے کے لئے رشوت خوشامد سازش اور ہر قسم کے بدترین ذرائع اختیار کرنے میں انہیں کوئی باک نہیں ہوتا۔ دوسروں کی کامیابی پر رشک وحسد میں جلے مرتے ہیں۔ اور ان کو نیچا دکھانے کی کوئی بری سے بری تدبیر بھی نہیں چھوڑتے۔

۹۔ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اعتقاد انسان کو خدا کے قانون کا پابند بناتا ہے۔ اس کلمہ پر ایمان رکھنے والا یقین رکھتا ہیکہ خدا ہر چھپی اور کھلی چیز سے باخبر ہے۔ ہمارے شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ اگر ہم رات کے اندھیرے میں اور تنہائی کے گوشہ میں بھی کوئی گناہ کریں تو

خدا کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ اگر ہمارے دل کی گہرائی میں بھی کوئی برا ارادہ پیدا ہو تو خدا تک اس کی خبر پہونچ جاتی ہے۔ ہم سب سے چھپا سکتے ہیں۔ مگر خدا سے کچھ نہیں چھپا سکتے سب سے بھاگ سکتے ہیں۔ مگر خدا کی سلطنت سے نہیں نکل سکتے سب سے بچ سکتے ہیں۔ مگر خدا کی پکڑ سے۔ بچنا غیر ممکن ہے۔ یہ یقین جتنا زیادہ مضبوط ہو گا۔ اتنا ہی زیادہ انسان اپنے خدا کے احکام کا مطیع ہو گا۔ جس چیز کو خدا نے حرام کیا ہے وہ اس کے پاس بھی نہ پھٹکے گا اور جس چیز کا اس نے حکم دیا ہے وہ اس کو تنہائی اور تاریکی میں بھی۔ بجالائے گا کیونکہ اس کے ساتھ ایک ایسی پولیس لگی ہوئی ہے جو کسی حال میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور اس کو ایک ایسی عدالت کا کھٹکا لگا ہوا ہے جس کے وارنٹ سے وہ کہیں بھاگ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم ہونے کے لئے سب سے پہلی اور ضروری شرط لا الہ الا اللہ پر ایمان لانا ہے۔ مسلم کے معنی جیسا کہ تم کو ابتدا میں بتایا جاچکا ہے۔ خدا کے فرماں بردار بندے کے ہیں۔ اور خدا کا فرماں بردار ہونا ممکن ہی نہیں جب تک انسان اس بات پر یقین نہ لائے کہ خدا کے سوا کوئی الہ نہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں ایمان باللہ سب سے اہم اور بنیادی چیز ہے۔ یہ اسلام کا مرکز ہے۔ اس کی جڑ ہے۔ اس کی قوت کا منبع ہے۔ اسکے سوا اسلام کے جتنے اعتقادات اور احکام اور قوانین ہیں سب اسی ایک بنیاد پر قائم ہیں اور ان سبکو اسی مرکز سے قوت پہنچتی ہے۔ اس کو ہٹا دینے کے بعد اسلام کوئی چیز نہیں رہتا۔

خدا کے فرشتوں پر ایمان :۔ ایمان باللہ کے بعد دوسری چیز
جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ وہ
فرشتوں کی ہستی ہے۔ اور وہ بڑا فائدہ اس تعلیم کا یہ ہیکہ اس کے توحید کا
اعتقاد وشرک کے تمام خطروں سے پاک ہو جاتا ہے۔

اوپر تم کو بتایا جاچکا ہے کہ مشرکین نے خدائی میں دو قسم کی
مخلوقات کو شریک کیا ہے۔ ایک قسم ان مخلوقات کی ہے جو جسمانی وجود
رکھتی ہیں۔ اور نظر آتی ہیں۔ مثلاً سورج اور چاند اور تارے اور آگ اور پانی
اور حیوانات اور بزرگ انسان وغیرہ اور دوسری قسم ان مخلوقات کی ہے
جن کا وجود جسمانی نہیں ہے۔ بلکہ وہ نظروں سے اوجھل ہیں اور پس پردہ
کائنات کا انتظام کر رہی ہیں۔ مثلاً کوئی ہوا چلانے والی اور کوئی پانی
برسانے والی اور کوئی روشنی بہم پہونچانے والی۔ ان میں سے پہلی قسم کی
چیزیں تو انسان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اس لئے ان کی خدائی کی
نفی خود لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے الفاظ ہی سے ہو جاتی ہے۔ لیکن دوسری قسم کی
مخلوقات پوشیدہ اور پر اسرار ہیں، مشرکین زیادہ تر ان ہی کے گرویدہ ہیں۔
انہی کو دیوتا اور خدا، اور خدا کی اولاد سمجھے ہیں اور ان کی فرضی صورتیں
بنا کر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ لہذا توحید الٰہی کو شرک کے اس دوسرے
سبب سے پاک کرنے کے لئے ایک مستقل عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ پوشیدہ نورانی
ہستیاں جن کو تم دیوتا اور خدا اور اولاد خدا کہتے ہو دراصل خدا کے فرشتے

ہیں۔ ان کو خدائی میں کوئی دخل نہیں یہ سب خدا کے تابع فرمان ہیں اور
اس قدر مطیع ہیں کہ حکم الٰہی سے بال برابر بھی سرتابی نہیں کر سکتے۔ خدا
ان کے ذریعہ سے اپنی سلطنت کی تدبیر کرتا ہے اور یہ ٹھیک ٹھیک اس کے
فرمان بجالاتے ہیں۔ ان کو خود اپنے اختیار سے کچھ کرنے کی قدرت نہیں۔ یہ
اپنی طرف سے خدا کے حضور میں کوئی تجویز پیش نہیں کر سکتے۔ ان کی اتنی
مجال بھی نہیں کہ اس کے سامنے کسی کی سفارش کر دیں۔ ان کی عبادت کرنا
ان سے مدد مانگنا تو انسان کے لئے ذلت ہے۔ کیونکہ روز ازل میں اللہ تعالیٰ
نے ان سے آدم کو سجدہ کرایا تھا اور ان سے بڑھ کر آدم کو علم عطا کیا تھا اور
ان کو چھوڑ کر آدم کو زمین کی خلافت عطا کی تھی پس جو انسان خود ان
فرشتوں کا مسجود ہے اس کے لئے اس سے بڑھ کر کیا ذلت ہو سکتی ہے۔ کہ
وہ الٹا ان کے آگے سجدہ کرے اور ان سے بھیک مانگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو ہم کو فرشتوں کی
پرستش کرنے اور خدائی میں ان کو شریک ٹھیرانے سے روک دیا اور
دوسری طرف سے آپ نے ہمیں بتایا کہ یہ فرشتے خدا کی برگزیدہ مخلوق ہیں
۔ گناہوں سے پاک ہیں۔ ان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ خدا کے احکام کی
نافرمانی کر ہی نہیں سکتے۔ وہ ہمیشہ خدا کی بندگی اور عبادت میں مشغول رہتے
ہیں۔ ان ہی میں سے ایک برگزیدہ فرشتے کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے
پیغمبروں پر وحی بھیجتا ہے۔ جن کا نام جبرئیلؑ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس بھی جبرئیل علیہ السلام ہی کے ذریعہ سے قرآن کی آیتیں

ں ہوئی تھیں انہی فرشتوں میں وہ فرشتے بھی ہیں جو ہر وقت تمہارے
لگے ہوئے ہیں۔ تمہاری ہر اچھی بری حرکت کو ہر وقت دیکھتے ہیں۔
ری ہر اچھی بری بات کو ہر وقت سنتے ہیں اور نوٹ کرتے رہتے ہیں۔ ان
پاس ہر شخص کی پوری زندگی کا ریکارڈ محفوظ رہتا ہے۔ مرنے کے بعد
تم خدا کے سامنے حاضر ہو گے تو یہ تمہارا نامۂ اعمال پیش کر دیں گے۔
تم دیکھو گے کہ عمر بھر تم نے چھپے اور کھلے جو کچھ بھی نیکیاں اور بدیاں کی
ں وہ سب اس میں موجود ہیں۔

فرشتوں کی حقیقت ہم کو نہیں بتائی گئی۔ صرف ان کی صفات بتائی
ہیں۔ اور ان کی ہستی پر یقین رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے پاس یہ
وم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ کیسے ہیں وہ کیسے نہیں۔ لہذا اپنی عقل
ان کی ذات کے متعلق کوئی بات تراش لینا جہالت ہے اور ان کے
دسے انکار کرنا کفر ہے، کیونکہ انکار کے لئے کسی کے پاس کوئی دلیل
ں اور انکار کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ جھوٹا قرار
ہے۔ ہم ان کے وجود پر صرف اس لئے ایمان لاتے ہیں کہ خدا کے سچے
ول ؐ نے ان کی خبر ہم کو دی ہے۔

خدا کی کتابوں پر ایمان:۔ تیسری چیز جس پر ایمان لانے کی
یم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو دی گئی ہے۔ وہ اللہ
تابیں ہیں جو اس نے اپنے نبیوں پر نازل کیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن
نازل فرمایا ہے اسی طرح آپ سے پہلے رسول گذرے تھے ان کے پاس بھی
اپنی کتابیں بھیجی تھیں۔ ان میں سے بعض کتابوں کے نام ہم کو بتائے گئے
ہیں۔ مثلاً صحف ابراہیم جو حضرت ابرہیم علیہ السلام پر اترے اور توراۃ جو
حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، اور زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام
کے پاس بھیجی گئی اور انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی۔ ان کے
سوا دوسری کتابیں جو دوسرے رسولوں کے پاس آئی تھیں ان کے نام ہم
کو نہیں بتائے گئے۔ اس لئے کسی اور مذہبی کتاب کے متعلق ہم یقین
کیساتھ نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں
کہ خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ البتہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کتابیں بھی
خدا کی طرف سے آئی تھیں وہ سب برحق تھیں۔

جن کتابوں کے نام ہم کو بتائے گئے ہیں ان میں صحف ابراہیم
اب دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ رہیں توراۃ اور زبور اور انجیل تو وہ البتہ
یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس موجود ہیں۔ مگر قرآن شریف میں ہم کو
بتادیا گیا ہے کہ ان سب کتابوں میں لوگوں نے خدا کے کلام کو بدل ڈالا ہے
اور اپنی طرف سے بہت سی باتیں ان کے اندر ملادی ہیں۔ خود عیسائی اور
یہودی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اصل کتابیں ان کے پاس نہیں ہیں۔ صرف
ان کے ترجمے باقی رہ گئے ہیں جن میں صدیوں سے ترمیم ہوتی رہی ہے اور
اب تک ہوئے چلی جارہی ہے۔ پھر ان کتابوں کے پڑھنے سے بھی صاف

علوم ہوتا ہے کہ ان میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو خدا کی طرف سے نہیں
سکتیں۔ اس لئے اب جو کتابیں موجود ہیں وہ ٹھیک خدا کی کتابیں
ہیں ہیں ان میں خدا کا کلام اور انسانوں کے کلام مل جل گئے ہیں۔ اور یہ
علوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہیکہ خدا کا کلام کونسا ہے اور انسانوں کا کلام
نسا۔ لہذا پچھلی کتابوں پر جو ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے وہ صرف اس
یثیت سے ہے کہ خدا نے قرآن سے پہلے بھی دنیا کی ہر قوم کے پاس اپنے
حکام اپنے نبیوں کے ذریعہ سے بھیجے تھے۔ اور وہ سب اسی ایک خدا کے
حکام تھے جن کی طرف سے قرآن آیا ہے اور قرآن کوئی نئی اور انوکھی
تاب نہیں ہے۔ بلکہ اس تعلیم کو زندہ کرنے کے لئے بھیجی گئی ہے جس کو
پہلے زمانے کے لوگوں نے بھلا دیا تھا۔

قرآن شریف خدا کی سب سے آخری کتاب ہے۔ اس میں اور پچھلی
کتابوں میں کئی حیثیتوں سے فرق ہے۔

پہلے جو کتابیں آئی تھیں ان میں سے اکثر کے اصلی نسخے دنیا سے گم
ہو گئے۔ اور صرف ان کے ترجمے رہ گئے ہیں۔ لیکن قرآن جن الفاظ میں اترا
تھا ٹھیک ٹھیک ان ہی الفاظ میں موجود ہے۔ اور اس کے ایک حرف بلکہ
یک شوشے میں بھی تغیر نہیں ہوا۔

۲۔ پچھلی کتابوں میں انسان نے کلام الہی کے ساتھ اپنا کلام ملا دیا مگر
قرآن کے متعلق مخالفین اسلام بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں کبھی کوئی
کمی بیشی نہیں ہوئی۔

۳۔ جتنی مذہبی کتابیں دنیا کی مختلف قوموں کے پاس ہیں ان میں سے ایک کے متعلق بھی تاریخی سند سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ وہ جس نبی کی طرف منسوب ہے۔ واقعی اسی نبی کی ہے۔ بلکہ بعض مذہبی کتابیں ایسی ہیں جن کے متعلق سرے سے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس زمانے میں کس نبی پر اتری تھیں۔ مگر قرآن کے متعلق اتنی زبردست تاریخی شہادتیں موجود ہیں کہ کوئی شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت میں شک کر ہی نہیں سکتا اس کی آیتوں تک کے متعلق یہ معلوم ہے کہ کونسی آیت کب اور کہاں نازل ہوئی۔

۴۔ پچھلی کتابیں ایسی زبانوں میں نازل ہوئی تھیں جو ایک مدت سے مردہ ہو چکی ہیں اب دنیا میں کہیں بھی ان کے بولنے والے باقی نہیں رہے۔ اور ان کے سمجھنے والے بھی بہت کم ہیں ایسی کتابیں اگر اصلی اور صحیح حالت میں موجود بھی ہوں تو ان کے احکام ٹھیک ٹھیک سمجھنا اور ان کی پیروی کرنا ممکن نہیں۔ لیکن قرآن جس زبان میں ہے وہ ایک زندہ زبان ہے۔ دنیا میں کروڑوں آدمی اسکو بولتے ہیں۔ کروڑوں آدمی اس کے جاننے اور سمجھنے والے ہیں۔ اس کی تعلیم کا سلسلہ ہر جگہ جاری ہے۔ ہر شخص اس کو سیکھ سکتا ہے۔ اور جو اسے سیکھنے کی فرصت نہیں رکھتا اس کو ہر جگہ ایسے لوگ مل سکتے ہیں۔ جو قرآن کے معنیٰ اسے سمجھانے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

۵۔ جتنی مذہبی کتابیں دنیا کی مختلف قوموں کے پاس ہیں ان میں سے ہر کتاب میں کسی خاص قوم کو مخاطب کیا گیا ہے اور ہر کتاب میں ایسے

کام پائے جاتے ہیں جو صرف ایک خاص زمانے کے حالات اور
وریات کے لئے تھے مگر اب ان کی ضرورت ہے نہ ان پر عمل کیا جاسکتا
۔ اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے کہ سب کتابیں الگ الگ
وں کے لئے مخصوص تھیں۔ کوئی کتاب بھی تمام دنیا کے لئے نہ تھی اور پھر
قوموں میں وہ آئی تھیں ان کے لئے بھی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے نہ
ں بلکہ کسی خاص زمانے کے لئے تھیں۔ بخلاف اس کے قرآن میں ہر جگہ
ان کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس کے کسی ایک فقرے سے بھی یہ شبہ نہیں
سکتا کہ وہ کسی خاص قوم کے لئے ہے۔ اس طرح قرآن میں جتنے احکام
ئے گئے ہیں وہ سب ایسے ہیں جن پر ہر زمانے میں ہر جگہ عمل کیا جاسکتا ہے۔
ت ثابت کرتی ہے کہ قرآن ساری دنیا کیلئے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے۔

۶۔ پچھلی کتابوں میں سے ہر ایک میں نیکی اور صداقت کی باتیں
ں کی گئی تھیں۔ اخلاق اور راست بازی کے اصول سکھائے تھے۔ خدائی
ی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے طریقے بتائے گئے تھے لیکن کوئی
کتاب ایسی نہ تھی جس میں ساری خوبیوں کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہو اور
چیز چھوڑی نہ گئی ہو۔ یہ بات صرف قرآن میں ہے کہ جتنی خوبیاں پچھلی
ں میں الگ الگ تھیں وہ سب اس میں جمع کر دی گئی ہیں اور جو جو
یاں پچھلی کتابوں سے چھوٹ گئی تھیں وہ بھی اس کتاب میں آگئی ہیں۔

۷۔ تمام مذہبی کتابوں میں انسان کے دخل در معقول سے ایسی

باتیں مل گئی ہیں جو حقیقت کے خلاف ہیں، عقل کے خلاف ہیں، ظلم او
بے انصافی پر مبنی ہیں۔ انسان کے عقیدے اور عمل دونوں کو خراب کر
ہیں۔ حتی کہ بہت سی کتابوں میں فحش اور بداخلاقی کی باتیں بھی پائی جاتی ہیں
قرآن سب چیزوں سے پاک ہے۔ اس میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جو عق
کے خلاف ہو یا جس کو دلیل سے غلط ثابت کیا جاسکتا ہو۔ اس کے کسی
میں بے انصافی نہیں ہے۔ اس کی کوئی بات انسان کو گمراہی میں ڈالنے وا
نہیں ہے۔ اس میں فحش اور بداخلاقی کا نام ونشان تک نہیں ہے۔ اول۔
لیکر آخر تک سارا قرآن اعلی درجہ کی حکمت ودانائی، اور عدل وانصاف
تعلیم، اور راہ راست کی ہدایت اور بہترین احکام وقوانین سے بھرا ہوا ہے

یہی خصوصیات ہیں جن کی بنا پر تمام دنیا کی قوموں کو ہدایت
گئی ہے کہ قرآن پر ایمان لائیں اور تمام کتابوں کو چھوڑ کر صرف اسی ا
کتاب کی پیروی کریں کیونکہ انسان کو خدا کی مرضی کے مطابق زندگی
کرنے کے لئے جس قدر ہدایت کی ضرورت ہے وہ سب اس میں ب
وکاست بیان کردی گئی ہیں اور یہ کتاب آجانے کے بعد کسی دوسری کتا
کی حاجت ہی باقی نہیں رہی۔

جب تم کو یہ معلوم ہوگیا کہ قرآن اور دوسری کتابوں میں کیا ف
ہے تو یہ بات تم خود سمجھ سکتے ہو کہ دوسری کتابوں پر ایمان اور قرآن
ایمان میں کیا فرق ہونا چاہیے۔ پچھلی کتابوں پر ایمان صرف تصدیق کی حد
ہے یعنی وہ سب خدا کی طرف سے تھیں اور سچی تھیں اور اسی غرض

لئے آئی تھیں جس کو پورا کرنے کے لئے قرآن آیا ہے۔ اور قرآن پر ایمان اس حیثیت سے ہیکہ خدا کا خالص کلام ہے۔ سراسر حق ہے۔ اس کا ہر لفظ محفوظ ہے اس کی ہر بات سچی ہے۔ اس کے ہر حکم کی پیروی فرض ہے اور ہر وہ بات رد کر دینے کے قابل ہے۔ جو قرآن کے خلاف ہو۔

خدا کے رسولوں پر ایمان :۔ کتابوں کے بعد ہم کو خدا کے تمام رسولوں پر بھی ایمان لانے کی ہدایت کی گئی ہے۔

یہ بات تم کو پچھلے باب میں بتائی جا چکی ہے کہ خدا کے رسول دنیا کی تمام قوموں کے پاس آئے ہیں اور سب نے اسی ایک اسلام کی تعلیم دی ہے جس کی تعلیم دینے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ اس لحاظ سے خدا کے تمام رسول ایک ہی گروہ کے لوگ ہیں۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی جھوٹا قرار دے تو گویا اس نے سب کو جھٹلا دیا۔ اور اگر کسی ایک کی بھی تصدیق کرے تو آپ سے آپ اس کے لئے یہ لازم ہو جاتا ہیکہ سب کی تصدیق کرے۔ فرض کرو کہ دس آدمی ایک ہی بات کہتے ہیں۔ جب تم نے ایک کو سچا تسلیم کیا تو خود بخود تم نے باقی نو کو بھی سچا تسلیم کر لیا۔ اگر تم ایک کو جھوٹا کہو گے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم خود اس بات کو ہی جھوٹ قرار دیا ہے جسے وہ بیان کر رہا ہے اور اس سے دسوں کی تکذیب لازم آجائے گی۔ یہی وجہ ہیکہ اسلام میں تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جو شخص کسی رسول پر ایمان نہ لائے گا وہ کافر ہوگا۔ خواہ وہ باقی تمام رسولوں کو مانتا ہو۔

روایات میں آیا ہیکہ دنیا کی مختلف قوموں میں جو نبی بھیجے گئے ہیں ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اگر تم خیال کرو کہ دنیا کب سے آباد ہے اور کتنی قومیں گذر چکی ہیں۔ تو یہ تعداد کچھ بھی زیادہ نہ معلوم ہوگی۔ ان سوا لاکھ نبیوں میں سے جن کے نام ہم کو قرآن میں بتائے گئے ہیں ان پر تو صراحت کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے باقی تمام کے متعلق ہم کو صرف یہ عقیدہ رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے کہ جو لوگ بھی خدا کی طرف سے اس کے بندوں کو ہدایت کیلئے بھیجے گئے تھے وہ سب سچے تھے۔ ہندوستان۔ چین۔ ایران۔ مصر۔ افریقہ۔ یورپ اور دنیا کے دوسرے ملکوں میں جو نبی آئے ہوں گے ہم ان سب پر ایمان لائے ہیں۔ مگر ہم کسی خاص شخص کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ نبی تھا اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ نبی نہ تھا۔ اس لئے کہ ہمیں اس کے متعلق کچھ بتایا نہیں گیا البتہ مختلف مذاہب کے پیرو جن لوگوں کو اپنا پیشوا مانتے ہیں ان کے خلاف کچھ کہنا ہمارے لئے جائز نہیں ہے بہت ممکن ہیکہ وہ درحقیقت نبی ہوں اور بعد میں ان کے پیروؤں نے ان کے مذہب کو بگاڑ دیا ہو جس طرح حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے پیروؤں نے بگاڑا۔ لہذا ہم جو کچھ بھی اظہار رائے کریں گے انکے مذہب اور انکے رسوم کے متعلق کریں گے۔ مگر ان کے پیشواؤں کے حق میں خاموش رہیں گے تاکہ بغیر جانے بوجھے ہم سے کسی رسول کی شان میں گستاخی نہ ہو جائے۔

پچھلے رسولوں سے ہمارا تعلق صرف اس حد تک ہے کہ ہم ان کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا تعلق ایمان کا بھی ہے اور اطاعت کا بھی۔ اس فرق کی تین وجہیں ہیں۔

ایک یہ کہ پچھلے انبیاء خاص قوموں میں خاص زمانوں کیلئے آئے تھے
ر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے اور ہمیشہ کے لئے نبی
کر بھیجے گئے ہیں جیسا کہ ہم پچھلے باب میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔

دوسرے یہ کہ پچھلے انبیاء کی تعلیمات یا تو بالکل ہی دنیا سے ناپید
چکی ہیں۔ یا کسی قدر باقی بھی رہ گئی ہیں۔ تو خالص نہیں ہیں۔ ان کو بہت
گمراہیوں کے ساتھ خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اگر کوئی انکی پیروی
یا چاہے بھی تو نہیں کر سکتا۔ بخلاف اس کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تعلیم۔ آپ کی سیرت پاک۔ آپ کی زبانی ہدایات۔ آپ کے عملی
ریقے آپ کے اخلاق۔ عادات۔ فضائل۔ غرض ہر چیز دنیا میں محفوظ ہے
لئے در حقیقت تمام پیغمبروں میں سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ
م ہی ایک زندہ پیغمبر ہیں اور صرف آپ ہی کی پیروی کرنا ممکن ہے۔

تیسرے یہ کہ پچھلے انبیا کے ذریعہ سے اسلام کی جو تعلیم دی گئی تھی۔
نبی کے بعد دوسرا نبی آکر اس کے احکام اور قوانین اور ہدایات میں
یم و اضافہ کرتا رہا اور اصلاح و ترقی کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ اسی لئے ان
ں کی تعلیمات کو ان کا زمانہ گذر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے محفوظ بھی
ں رکھا۔ کیونکہ ہر کامل تعلیم کے بعد پچھلی ناقص تعلیم کی ضرورت ہی باقی
ہتی تھی۔ آخر میں حضرت محمد صلعم کے ذریعے سے اسلام کی ایسی تعلیم دی
جو ہر حیثیت سے مکمل تھی اس کے بعد پچھلے تمام انبیاء کی شریعتیں آپ
آپ منسوخ ہو گئیں۔ کیونکہ کامل کو چھوڑ کر ناقص کی پیروی کرنا عقل

کے خلاف ہے جو شخص حضرت محمدؐ کی پیروی کرے گا۔ اس نے گویا تمام نبیوں کی پیروی کی۔ اسلئے کہ تمام نبیوں کی تعلیم میں جو کچھ بھلائی تھی وہ سب آنحضرت صلعم کی تعلیم میں موجود ہے۔ اور جو شخص آپؐ کی پیروی کو چھوڑ کر کسی پچھلے نبی کی پیروی کرے گا۔ وہ بہت سی بھلائیوں سے محروم رہ جائے گا۔ اسلئے کہ جو بھلائیاں بعد میں آئیں وہ اس پرانی تعلیم میں نہ تھیں۔

ان وجوہ سے تمام دنیا کے انسانوں پر لازم ہو گیا ہے کہ وہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ انسان آنحضرتؐ پر تین حیثیتوں سے ایمان لائے۔

ایک یہ کہ آپؐ خدا کے سچے پیغمبر ہیں۔

دوسرے یہ کہ آپؐ کی ہدایت بالکل کامل ہے۔ اس میں کوئی نقص نہیں اور وہ ہر غلطی سے پاک ہے۔

تیسرے یہ کہ آپؐ خدا کے آخری پیغمبر ہیں۔ آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی کسی قوم میں آنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا شخص آنے والا ہے جس پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے شرط ہو یا جس کے نہ ماننے سے کوئی شخص کافر ہو جائے۔

آخرت پر ایمان :۔ پانچویں چیز جس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایمان لانے کی ہدایت فرمائی ہے وہ آخرت ہے۔ آخرت کے متعلق جن جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

۔ ایک دن اللہ تعالیٰ تمام عالم اور اس کی مخلوقات کو مٹا دیگا اس دن کا نام قیامت ہے۔

۔ پھر وہ سب کو ایک دوسری زندگی بخشے گا اور سب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔ اس کو حشر کہتے ہیں۔

۔ تمام لوگوں نے اپنی دنیوی زندگی میں جو کچھ کیا ہے اس کا پورا نامہ اعمال خدا کی عدالت میں پیش ہو گا۔

۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اچھے اور برے اعمال کا وزن فرمائے گا۔ جس کی بھلائی خدا کی میزان میں برائی سے زیادہ وزنی ہو گی اسکو بخش دیگا۔ اور جسکی برائی کا پلہ بھلائی سے زیادہ بھاری رہے گا۔ اسے سزا دیگا۔

۔ جن لوگوں کی بخشش ہو جائیگی وہ جنت میں جائیں گے۔ اور جن کو سزا دی جائے گی وہ دوزخ میں جائیں گے۔

عقیدہ آخرت کی ضرورت :۔ آخرت کا یہ عقیدہ جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے اسی طرح پچھلے تمام انبیاء بھی سے پیش کرتے آئے ہیں اور ہر زمانے میں اس پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے لازمی شرط رہا ہے۔ تمام نبیوں نے اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو س سے انکار کرے یا اس میں شک کرے۔ کیونکہ اس عقیدہ کے بغیر خدا ور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو ماننا بالکل بے معنی ہو جاتا ہے اور نسان کی ساری زندگی خراب ہو جاتی ہے۔ اگر تم غور کرو تو یہ بات آسانی

کے ساتھ تمھاری سمجھ میں آسکتی ہے تم سے جب کبھی کسی کام کے لئے کہا جاتا ہے تو سب سے پہلا سوال جو تمھارے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ ان کے کرنے کا فائدہ کیا ہے اور نہ کرنے کا نقصان کیا ہے؟ یہ سوال کیوں پیدا ہوتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہیکہ انسان کی فطرت ہر ایسی کام کو لغو اور فضول سمجھتی ہے جس کا کوئی حاصل نہ ہو۔ تم کسی ایسے فعل پر کبھی آمادہ نہ ہوگے جس کے متعلق تم کو یقین ہو کہ اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔ اسی طرح تم کسی ایسی چیز سے پرہیز کرنا کبھی قبول نہ کروگے۔ جس کے متعلق تم کو یقین ہو کہ اس سے کوئی نقصان نہیں یہی حال شک کا بھی ہے۔ جس کام کا فائدہ مشکوک ہو اس میں تمھارا جی ہرگز نہ لگے گا۔ اور جس جس کام کے نقصان میں شک ہو اس سے بچنے کیلئے بھی تم کوئی خاص کوشش نہ کروگے۔ بچوں کو دیکھو وہ آگ میں کیوں ہاتھ ڈال دیتے ہیں؟ اسی لئے نا کہ ان کو اس بات کا یقین نہیں ہے کہ آگ جلادینے والی چیز ہے اور وہ پڑھنے سے کیوں بھاگتے ہیں؟ اسی وجہ سے نا کہ پڑھنے سے جو کچھ فائدے ان کے بڑے انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ان کے دل کو نہیں لگتے اب خیال کرو کہ جو شخص آخرت کو نہیں مانتا وہ تو خدا کو ماننے اور اس کی مرضی کے مطابق چلنے کو بے نتیجہ سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک نہ تو خدا کی فرمانبرداری کا کوئی فائدہ ہے اور نہ اس کی نافرمانی کا کوئی نقصان۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ وہ ان احکام کی اطاعت کرے جو خدا نے اپنے رسولوں اور اپنی کتابوں کے ذریعہ سے دئے ہیں۔ بالغرض اگر اس نے خدا کو خدا مان بھی لیا تو ایسا ماننا بالکل

بے کار ہوگا۔ کیونکہ وہ خدا کے قانون کی اطاعت نہ کرے گا۔ اور اس کی مرضی کے مطابق نہ چلے گا۔

لیکن یہ معاملہ یہیں تک نہیں رہتا۔ تم اور زیادہ غور کرو گے تو تم کو معلوم ہوگا کہ آخرت کا انکار یا اقرار انسان کی زندگی میں فیصلہ کن اثر رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ ہر کام کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ اس کے فائدے یا نقصان کے لحاظ سے کرتا ہے اب ایک شخص تو وہ ہے جس کی نظر صرف اسی دنیا کے فائدہ اور نقصان پر ہے۔ وہ کسی ایسے نیک کام کو کرنے پر آمادہ نہ ہوگا۔ جس سے کوئی فائدہ اس دنیا میں حاصل ہونے کی امید نہ ہو۔ اور کسی ایسے برے کام سے پرہیز نہ کرے گا۔ جس سے اس دنیا میں کوئی نقصان پہنچنے کا خطرہ نہ ہو۔ ایک دوسرا شخص ہے جس کی نظر افعال کے آخری نتائج پر ہے۔ وہ دنیا کے فائدہ اور نقصان کو محض عارضی چیز سمجھے گا۔ اور آخرت کے دائمی فائدے یا نقصان کا فکر کرکے نیکی کو اختیار کرے گا اور بدی کو چھوڑ دے گا خواہ اس دنیا میں نیکی سے کتنا ہی بڑا نقصان اور بدی سے کتنا ہی بڑا فائدہ ہوتا ہو۔ دیکھو دونوں میں کتنا بڑا فرق ہوگیا۔ ایک کے نزدیک نیکی وہ ہے جس کا کوئی اچھا نتیجہ اس دنیا کی ذرا سی زندگی میں حاصل ہو جائے۔ مثلاً کچھ روپیہ ملے کوئی زمین ہاتھ آئے۔ کوئی عہدہ مل جائے۔ کوئی خطاب مل جائے۔ کچھ نیک نامی اور شہرت ہو جائے۔ کچھ لوگ واہ واہ کریں یا کچھ لذت یا خوشی حاصل ہو جائے۔ کچھ خواہشات کی تسکین ہو۔ کچھ نفس کو مزہ آجائے۔ اور بدی وہ ہے جس سے

کوئی برا نتیجہ اس زندگی میں ظاہر ہونے کا خوف ہو مثلاً جان ومال کا نقصان صحت کی خرابی۔ بدنامی۔ حکومت کی سزا۔ کسی قسم کی تکلیف یا رنج یا بدمزگی۔ اس کے مقابلے میں دوسرے کے نزدیک نیکی وہ ہے جس سے خدا خوش ہو اور بدی وہ ہے جس سے خدا ناراض ہو۔ نیکی اگر اس دنیا میں اسکو کسی قسم کا فائدہ نہ پہنچائے بلکہ الٹا نقصان ہی نقصان دے تب بھی وہ اسکو نیکی ہی سمجھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ آخرکار خدا اس کو ہمیشہ باقی رہنے والا فائدہ عطا کریگا۔ اور بدی سے خواہ یہاں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے نہ نقصان کا خوف ہو۔ بلکہ سراسر فائدہ ہی فائدہ نظر آئے پھر بھی وہ اس کو بدی ہی سمجھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اگر میں دنیا کی اس مختصر سی زندگی میں سزا سے بچ گیا اور چند روز مزے لوٹتا رہا تب بھی آخرکار خدا کے عذاب سے نہ بچوں گا۔

یہ دو مختلف خیالات ہیں جن کے اثر سے انسان دو مختلف طریقے اختیار کرتا ہے۔ جو شخص آخرت پر یقین نہیں رکھتا۔ اس کے لئے قطعی ناممکن ہے کہ وہ ایک قدم بھی اسلام کے طریقے پر چل سکے۔ اسلام کہتا ہے کہ خدا کی راہ میں غریبوں کو زکواۃ دو۔ وہ جواب دیتا ہے کہ زکواۃ سے میری دولت گھٹ جائیگی۔ میں تو اپنے مال پر الٹا سود لوں گا۔ اور سود کی ڈگری میں غریبوں کے گھر کا تنکا تنک قرق کرالوں گا۔ اسلام کہتا ہے ہمیشہ سچ بولو۔ اور جھوٹ سے پرہیز کرو خواہ سچائی میں کتنا ہی نقصان اور جھوٹ میں کتنا ہی فائدہ ہو۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں ایسی سچائی کو لے کر کیا کروں جس سے مجھے نقصان پہنچے۔ اور فائدہ کچھ نہ ہو، اور ایسے جھوٹ سے کیوں پرہیز کروں ج

ندہ مند ہو اور جس میں بدنامی کا خوف تک نہ ہو وہ ایک سنسان راستہ سے
رتا ہے۔ ایک قیمتی چیز پڑی ہوئی اس کو نظر آتی ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ یہ
را مال نہیں ہے تو اس کو ہرگز نہ لے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ مفت ہاتھ آئی
ئی چیز کو کیوں چھوڑ دوں؟ یہاں کوئی دیکھنے والا نہیں جو پولیس کو خبر
دے یا عدالت میں گواہی دے یا لوگوں میں مجھے بدنام کر دے۔ پھر کیوں
یں اس مال سے فائدہ اٹھاؤں؟ ایک شخص پوشیدہ طور پر اس کے پاس
ئی امانت رکھواتا ہے اور مرجاتا ہے اسلام کہتا ہے کہ امانت میں خیانت
کر۔ اس کا مال اس کے بال بچوں کو پہنچا دے۔ وہ کہتا ہے کیوں؟ کوئی
ہادت اس بات کی نہیں کہ مرنے والے کا مال میرے پاس ہے۔ خود اس
کے بال بچوں کو اس کی خبر تک نہیں۔ جب میں آسانی کے ساتھ اس کو کھا
سکتا ہوں اور کسی دعوے یا کسی بدنامی کا خوف ہی نہیں تو کیوں نہ کھا جاؤں؟
غرض یہ ہے کہ زندگی کے راستے میں ہر ہر قدم پر اسلام اس کو ایک طریقہ
پر چلنے کی ہدایت کرے گا۔ اور وہ اس کے بالکل خلاف۔ دوسرا طریقہ
ختیار کریگا۔ کیونکہ اسلام میں ہر چیز کی قدر و قیمت آخرت کے دائمی نتائج
کے لحاظ سے ہے اور وہ شخص ہر معاملہ میں صرف ان نتائج پر نظر رکھتا ہے
جو اس دنیا کی چندہ روزہ زندگی میں حاصل ہوتے ہیں۔ اب تم سمجھ سکتے ہو
کہ آخرت پر ایمان لائے بغیر انسان کیوں مسلمان نہیں ہو سکتا مسلمان تو
غیر بڑی چیز ہے سچ یہ ہے کہ آخرت کا انکار انسان کو انسانیت کے درجہ سے
گرا کر حیوانیت سے بھی بدتر درجہ میں لے جاتا ہے۔

عقیدہ آخرت کی صداقت:۔ عقیدہ آخرت کی ضرورت اور اس کی منفعت تم کو معلوم ہو گئی۔ اب ہم مختصر طور پر تمھیں یہ بتاتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عقیدہ آخرت کے متعلق بیان فرمایا ہے، عقل کی رو سے بھی وہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اگر چہ اس عقیدہ پر ہمارا ایمان صرف رسول خدا کے اعتماد پر ہے اور عقل پر اس کا مدار نہیں لیکن جب ہم غور و فکر سے کام لیتے ہیں تو ہم کو آخرت کے متعلق تمام عقیدوں میں سب سے زیادہ یہی عقیدہ مطابق عقل معلوم ہوتا ہے۔

آخرت کے متعلق دنیا میں تین مختلف عقیدے پائے جاتے ہیں۔

ایک گروہ کہتا ہیکہ مرنے کے بعد انسان فنا ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد کوئی زندگی نہیں۔ یہ دہریوں کا خیال ہے جو سائنس داں ہونیکا دعوی کرتے ہیں۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنے کے لئے بار بار اسی دنیا میں جنم لیتا ہے۔ اگر اس کے اعمال برے ہیں تو وہ دوسرے جنم میں کوئی جانور مثلاً کتا بلی بن کر آئیگا۔ یا کوئی درخت بن کر پیدا ہوگا یا کسی بدتر درجہ کے انسان کی شکل اختیار کرے گا۔ اور اگر اعمال اچھے ہیں تو زیادہ اونچے درجہ پر پہنچے گا۔ یہ خیال بعض خاص مذہبوں میں پایا جاتا ہے۔

تیسرا گروہ قیامت اور حشر اور خدا کی عدالت میں پیشی اور جزا اور سزا پر ایمان رکھتا ہے۔ اور یہ تمام انبیاء کا متفقہ عقیدہ ہے۔

اب پہلے گروہ کے عقیدہ پر غور کرو۔ ان لوگوں کا کہنا یہ ہیکہ مرنے

بعد کسی کو زندہ ہوتے ہوئے ہم نے نہیں دیکھا۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ
رتا ہے وہ مٹی میں مل جاتا ہے لہذا مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں مگر
کرو کیا، یہ کوئی دلیل ہے۔ مرنے کے بعد تم نے کسی کو زندہ ہوتے
ں دیکھا تو تم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہو کہ "ہم نہیں جانتے مرنے کے
کیا ہوگا اس کے آگے بڑھ کر تم یہ جو دعوی کرتے ہو کہ، ہم جانتے ہیں
نے کے بعد کچھ نہ ہوگا"۔ اس کا تمھارے پاس کیا ثبوت ہے؟ ایک
رنے اگر ہوائی جہاز نہیں دیکھا ہے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ "مجھے نہیں
وم ہوائی جہاز کیا چیز ہے" لیکن جب وہ یہ کہے گا کہ میں جانتا ہوں ہوائی
ز کوئی چیز نہیں تو عقلمند اس کو احمق کہیں گے۔ اس لئے کہ اس کا کسی
و نہ دیکھنا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ چیز ہے ہی نہیں۔ ایک آدمی کیا اگر
ی دنیا کے لوگوں نے بھی کسی چیز کو نہ دیکھا ہو تو یہ دعوی نہیں کیا جا سکتا
وہ نہیں ہے یا نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد دوسرے عقیدے کو لو اس عقیدے کی رو سے ایک
س جو اس وقت انسان ہے۔ وہ اس لئے انسان ہو گیا کہ جب وہ جانور تھا تو
ں نے اچھے عمل کئے تھے اور ایک جانور جو اس وقت جانور ہے۔ وہ اس
ئے جانور ہو گیا کہ انسان کی جون میں اس نے برے عمل کئے تھے۔ دوسرے
ماظ میں یوں کہو کہ انسان اور حیوان اور درخت ہونا سب پہلے جنم کے
مال کا نتیجہ ہے۔ اب سوال یہ ہیکہ پہلے کیا چیز تھی۔

اگر کہتے ہو کہ انسان تھا تو ماننا پڑے گا کہ اس سے پہلے حیوان یا

درخت ہو۔ ورنہ پوچھا جائے گا کہ انسان کا قالب اس کو کس اچھے عمل کے بدلے میں ملا؟ اگر کہتے ہو کہ حیوان تھا یا درخت تھا تو ماننا پڑیگا کہ اس سے پہلے انسان ہو، ورنہ سوال ہوگا کہ درخت یا حیوان کا قالب اس کو کس برے عمل کی سزا میں ملا؟ غرض یہ اس عقیدہ کے ماننے والے مخلوقات کی ابتداء کسی جون سے بھی قرار نہیں دے سکتے۔ ہر جون سے پہلے ایک جون ہونی ضروری ہے تاکہ بعد والی جون کو پہلی جون کے عمل کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ یہ بات صریح عقل کے خلاف ہے۔

اب تیسرے عقیدے کو لو۔ اس میں سب سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ "ایک دن قیامت آئے گی اور خدا اپنے اس کارخانے کو توڑ پھوڑ کر نئے سرے سے ایک دوسرا زیادہ اعلیٰ درجہ اور پائدار کارخانہ بنائے گا"۔ یہ ایسی بات ہے جس کے صحیح ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ دنیا کے اس کارخانہ پر جتنا زیادہ غور کیا جاتا ہے اتنا ہی زیادہ اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ دائمی کارخانہ نہیں ہے۔ کیونکہ جتنی قوتیں اس میں کام کر رہی ہیں وہ سب محدود ہیں اور ایک روز انکا ختم ہو جانا یقینی ہے اسی لئے تمام سائنس دان اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ ایک دن سورج ٹھنڈا اور بے نور ہو جائے گا سیارے ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور تمام دنیا تباہ ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ "انسان کو دوبارہ زندگی بخشی جائے گی"۔ کیا یہ ممکن ہے؟ اگر ناممکن ہے تو اب جو زندگی انسان کو حاصل ہے یہ کیسے ممکن ہو گئی؟ ظاہر ہے کہ جس خدا نے اس دنیا میں انسان پیدا کیا وہ دوسری دنیا میں بھی پیدا کر سکتا ہے۔

تیسری بات یہ ہیکہ "انسان نے اس دنیا کی زندگی میں جتنے عمل کئے
ں ان سب کا ریکارڈ محفوظ ہے اور وہ حشر کے دن پیش ہو گا"۔ یہ ایسی چیز
ے جس کا ثبوت آج ہم کو اسی دنیا میں مل رہا ہے۔ پہلے سمجھا جاتا تھا کہ جو
از ہمارے منہ سے نکلتی ہے۔ وہ ہوا میں تھوڑی سی لہر پیدا کر کے فنا
جاتی ہے مگر اب معلوم ہوا کہ ہر آواز اپنے گردو پیش کی چیزوں پر اپنا
ش چھوڑتی جاتی ہے۔ جس کو دوبارہ پیدا کیا جا سکتا ہے چنانچہ گراموفون کا
یکارڈ اسی اصول پر بنا ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ ہماری ہر حرکت کا
یکارڈ ان تمام چیزوں پر منقوش ہو رہا ہے۔ جس کے ساتھ اس حرکت کا کسی
ر پر تصادم ہوتا ہے۔ جب حال یہ ہے تو یہ بات بالکل یقینی معلوم ہوتی
لہ ہمارا پورا نامۂ اعمال محفوظ ہے اور دوبارہ اس کو حاضر کیا جا سکتا ہے۔

چوتھی بات یہ ہیکہ "خدا حشر کے دن عدالت کرے گا اور حق کے
تھ ہمارے اچھے اور برے اعمال کی جزا و سزا دیگا"۔ اس کو کون ناممکن
یہ سکتا ہے۔ اس میں کونسی بات خلاف عقل ہے؟ عقل تو خود یہ چاہتی
ہے کہ کبھی خدا کی عدالت ہو اور ٹھیک حق کے ساتھ فیصلے کئے
ئیں۔ ہم دیکھتے ہیں ایک شخص نیکی کرتا ہے۔ اور اس کا کوئی فائدہ اس کو
یا میں حاصل نہیں ہوتا۔ ایک شخص بدی کرتا ہے اور اس سے کوئی
قصان اس کو نہیں پہنچتا۔ یہی نہیں بلکہ ہم ہزاروں مثالیں ایسی دیکھتے ہیں
ر ایک شخص نے نیکی کی اور اسے الٹا نقصان ہوا۔ اب دوسرے شخص
نے بدی کی اور وہ خوب مزے کرتا رہا۔ اس قسم کے واقعات کو دیکھ کر

عقل مطالبہ کرتی ہے کہ کہیں نہ کہیں نیک آدمی کو نیکی کا پھل اور شریر آدمی کو شرارت کا پھل ملنا چاہئیے۔

آخری چیز جنت اور دوزخ ہے۔ ان کا وجود بھی ناممکن نہیں اگر سورج اور چاند اور مریخ اور زمین کو خدا بنا سکتا ہے تو آخر جنت اور دوزخ نہ بنا سکنے کی کیا وجہ ہے؟ جب وہ عدالت کرے گا اور لوگوں کو جزا وسزا دیگا تو جزا پانے والوں کے لئے کوئی عزت اور لطف ومسرت کا مقام اور سزا پانے والوں کے لئے کوئی ذلت اور رنج اور تکلیف کا مقام بھی ہونا چاہئیے۔

ان باتوں پر جب تم غور کروگے تو تمھاری عقل خود کہہ دے گی کہ انسان کے انجام کے متعلق جتنے عقیدے دنیا میں پائے جاتے ہیں ان میں سب سے زیادہ دل کو لگتا ہوا عقیدہ یہی ہے۔ اور اس میں کوئی چیز خلاف عقل یا ناممکن نہیں ہے۔ پھر جب ایسی ایک بات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سچے نبی نے بیان کی ہے اور اس میں سراسر ہماری بھلائی ہی بھلائی ہے تو عقلمندی یہ ہیکہ اس پر یقین کیا جائے، نہ یہ کہ خواہ مخواہ بلا کسی دلیل کے اس میں شک کیا جائے۔

کلمہ طیبہ :- یہ پانچ عقیدے ہیں جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ ان پانچوں عقیدوں کا خلاصہ صرف ایک کلمہ میں آجاتا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ

جب تم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے ہو تو تمام باطل معبودوں کو چھوڑ کر

رف ایک خدا کی بندگی کا اقرار کرتے ہو اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ
یہ وسلم کہتے ہو تو اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ
سلم خدا کے رسول ہیں۔ رسالت کی تصدیق کے ساتھ خود بخود یہ بات تم پر
زم ہو جاتی ہیکہ خدا کی ذات و صفات اور ملائکہ اور کتب آسمانی اور انبیاء
ر آخرت کے متعلق جو کچھ اور جیسا کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
سلیم فرمایا ہے اس پر ایمان لاؤ اور خدا کی عبادت اور فرماں برداری کا
ریقہ جو آپؐ نے بتایا ہے اس کی پیروی کرو۔

● الفاظ اور انکے معنی

...شیدہ	= چھپا ہوا	محتاج	= حاجت مند
...رطوب	= گیلا بھیگا ہوا	الوہیت	= خدائی
...رک	= شرک کرنے والا	محدود	= حد کیا گیا
...صف	= صفت رکھنے والا	ناقص	= عیب دار
...ت	= شکل وصورت۔۔ بناوٹ	مغرور	= گھمنڈی
...نڈ	= فخر	برگزیدہ	= پسندیدہ
...	= دین حق سے پھر جانا	اولوالعزمی	= بلند ہمتی
...ریہ	= خدا کا انکار کرنے والا		

● سوالات

سوال۔۱ اسلام کے کیا معنی ہیں؟

سوال۔۲ اسلام کیا ہے؟

سوال۔۳ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی تفصیل سے سمجھائیے؟

سوال۔۴ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی حقیقت کو سمجھائیے؟

سوال۔۵ اس کائنات کی خدائی کون کر سکتا ہے؟

سوال۔۶ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اقرار سے انسان کی زندگی پر کیا اثر ہوتا ہے تفصیل سے لکھیے؟

سوال۔۷ خدا کے فرشتوں پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

سوال۔۸ خدا کی کتابوں پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

سوال۔۹ آخرت کے متعلق جن جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے وہ کیا ہیں؟

سوال۔۱۰ عقیدہ آخرت کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں لکھیے؟

سوال۔۱۱ آخرت کے متعلق دنیا میں کتنے عقیدے پائے جاتے ہیں؟ ہر ایک کے بارے میں تفصیل سے لکھیے؟

سوال۔۱۲ تیسرے عقیدے میں کیا بیان کیا گیا ہے تفصیل سے لکھیے؟

باب پنجم

عبادات

عبادت کا مفہوم۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ حمایت اسلام۔

پچھلے باب میں تم کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ امور پر ایمان لانے کی تعلیم دی ہے۔

۱۔ خدائے وحدہ لاشریک پر۔
۲۔ خدا کے فرشتوں پر۔
۳۔ خدا کی کتابوں اور بالخصوص قرآن مجید پر۔
۴۔ خدا کے رسولوں اور بالخصوص اسکے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔
۵۔ اخرت کی زندگی پر۔

یہ اسلام کی بنیاد ہے جب تم ان پانچ چیزوں پر ایمان لے آئے تو مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہوگئے۔ لیکن ابھی پورے مسلم نہیں ہوئے۔ پورا مسلم انسان اس وقت ہوتا ہے جب وہ ان احکام کی اشاعت کرے جو

آنحضرتؐ نے خدا کی طرف سے دئے ہیں۔ کیونکہ ایمان لانے کے ساتھ ہی اطاعت تم پر لازم ہو جاتی ہے اور اطاعت ہی کا نام اسلام ہے۔ دیکھو! تم نے اقرار کیا کہ خدا ہی تمھارا خدا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تمھارا آقا ہے۔ اور تم اس کے غلام۔ وہ تمھارا فرماں روا ہے اور تم اس کے فرماں بردار۔ اب اگر اس کو آقا اور فرماں روا مان کر تم نے نافرمانی کی تو تم خود اپنے اقرار کے بموجب باغی ہوئے۔ پھر تم نے اقرار کیا قرآن خدا کی کتاب ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن میں جو کچھ ہے، تم نے تسلیم کر لیا کہ خدا کی طرف سے ہے۔ اب تم پر لازم ہو گیا کہ اس کی ہر بات کو مانو اور ہر حکم پر سر جھکا دو۔ پھر تم نے یہ بھی اقرار کیا کہ حضرت محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ یہ دراصل اس بات کا اقرار ہے کہ آپؐ جس چیز کا حکم دیتے ہیں اور جس چیز سے روکتے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اب اس اقرار کے بعد آپؐ کی اطاعت تم پر فرض ہو گئی۔ لہٰذا تم پورے "مسلم" اسی وقت ہو گے۔ جب تمھارا عمل تمھارے ایمان کے مطابق ہو ورنہ تمھارا اسلام ناقص رہے گا۔

آؤ! اب ہم تمھیں بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا کیا طریقہ سکھایا ہے۔ کن چیزوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور کن چیزوں سے منع کیا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز وہ عبادات ہیں جو تم پر فرض کی گئی ہیں۔

عبادت کا مفہوم:۔ عبادت کے معنی دراصل بندگی کے ہیں تم عبد (بندہ) ہو اللہ تمھارا معبود ہے۔ عبد اپنے معبود کی اطاعت میں جو کچھ کر

کا وہ عبادت ہے۔ تم لوگوں سے باتیں کرتے ہو۔ ان باتوں کے دوران میں
گر تم نے جھوٹ سے، غیبت سے، فحش گوئی سے اسلئے پرہیز کیا کہ خدا نے ان
چیزوں سے منع کیا ہے۔ اور ہمیشہ سچائی اور پاکیزگی کی باتیں کیں اسلئے کہ خدا
انکو پسند کرتا ہے، تو تمھاری یہ سب باتیں عبادت ہوں گی خواہ وہ سب دنیا
کے معاملات ہی میں کیوں نہ ہوں۔ تم لوگوں سے لین دین کرتے ہو، بازار
میں خرید و فروخت کرتے ہو، اپنے گھر میں ماں باپ اور بھائی بہنوں کے
ساتھ رہتے سہتے ہو، اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ملتے جلتے ہو۔ اگر اپنی
زندگی کے ان سارے معاملات میں تم نے خدا کے احکام کو اور اس کے
قوانین کو ملحوظ رکھا، ہر ایک کے حقوق ادا کئے یہ سمجھ کر کہ خدا نے اس کا
حکم دیا ہے اور کسی کی حق تلفی نہ کی یہ سمجھ کر کہ خدا نے اس سے روکا ہے تو
گویا تمھاری یہ ساری زندگی خدا کی عبادت ہی میں گذری۔ تم نے کسی غریب
کی مدد کی، کسی بھوکے کو کھانا کھلایا۔ کسی بیمار کی خدمت کی اور ان سب
کاموں میں تم نے اپنے کسی ذاتی فائدے یا عزت یا ناموری کو نہیں بلکہ خدا
کی خوشنودی کو پیش نظر رکھا تو یہ سب کچھ خدا کی عبادت میں شمار ہوگا۔ تم
نے نوکری کی اور اس میں خدا کا خوف کرکے پوری دیانت اور امانت سے
کام لیا، حلال کی روٹی کھائی اور حرام سے بچے تو یہ نوکری بھی خدا کی عبادت
میں لکھی جائے گی۔ حالانکہ تم نے اپنی روزی کمانے کے لئے نوکری کی تھی۔
غرض یہ ہیکہ دنیا کی زندگی میں ہر وقت ہر معاملہ میں خدا سے خوف کرنا،
اس کی خوشنودی کو پیش نظر رکھنا، اس کے قانون کی پیروی کرنا ہر ایسا فائدہ

کو ٹھکرا دینا جو اس کی نافرمانی سے حاصل ہوتا ہو اور ہر ایسے نقصان کو گوارا کر لینا جو اس کی فرمانبرداری میں پہنچے یا پہنچنے کا خوف ہو، یہ خدا کی عبادت ہے۔ اس طریقہ کی زندگی سراسر عبادت ہی عبادت ہے۔ حتیٰ کہ ایسی زندگی میں کھانا پینا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، بات چیت کرنا، سب کچھ داخل عبادت ہیں۔

یہ عبادت کا وسیع مفہوم ہے اور اسلام کا اصل مقصد مسلمان کو ایسا ہی عبادت گزار بندہ بنانا ہے۔ لیکن اس عام عبادت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے چند خاص عبادتیں بھی اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائی ہیں۔ جن کا بجالانا خاص طور پر ضروری ہے۔ ان عبادتوں کو شریعت کی زبان میں فرض کہا جاتا ہے اور ان کو دین کے ارکان یعنی ستون بھی کہتے ہیں۔ یعنی جس طرح ایک عمارت چند ستونوں پر قائم ہوتی ہے۔ اس طرح اسلام کی عمارت ان ستونوں پر قائم ہے ان کو توڑ دو گے تو اسلام کی عمارت کو گرا دو گے۔

نماز:۔ ان فرائض میں سب سے پہلا فرض نماز ہے۔ یہ نماز کیا ہے؟ دن میں پانچ وقت زبان اور عمل سے ان ہی چیزوں کا اعادہ جن پر تم ایمان لائے ہو۔ تم صبح اٹھے اور سب سے پہلے پاک وصاف ہو کر اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو گئے۔ اس کے سامنے کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، جھک کر، زمین پر سر ٹیک کر، اپنی بندگی کا اقرار کیا۔ اس سے مدد مانگی۔ اس سے ہدایت طلب کی اس کی اطاعت کا عہد تازہ کیا۔ اس کی خوشنودی چاہنے اور اس کے غضب سے بچنے کی خواہش کا بار بار اعادہ کیا۔ اس کی کتاب کا سبق دہرایا۔ اس کے

رسول کی سچائی پر گواہی دی۔ اور اس دن کو بھی یاد کرلیا۔ جب تم اس کی عدالت میں اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے حاضر ہوگے۔ اسطرح تمھارا دن شروع ہوا چند گھنٹے تم اپنے کاموں میں لگے رہے پھر موذن نے تم کو یاد دلایا کہ آو اور چند منٹ کے لئے اس سبق کو پھر دہرالو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو بھول کر تم خدا سے غافل ہو جاؤ۔ تم اٹھے اور ایمان تازہ کر کے پھر دنیا اور اس کے کاموں کی طرف پلٹ آئے۔ چند گھنٹوں بعد پھر تمھاری طلبی ہوئی اور تم نے پھر ایمان تازہ کرلیا۔ اس کے بعد رات کی ابتدا ہوئی۔ صبح کو تم نے دن کا آغاز جس عبادت کے ساتھ کیا تھا رات کا آغاز بھی اسی سے کیا تاکہ رات کو بھی تم اس سبق کو بھولنے نہ پاؤ اور اسے بھول کر بھٹک نہ جاؤ۔ چند گھنٹوں کے بعد سونے کا وقت آگیا۔ اب آخری بار تم کو ایمان کی ساری تعلیم یاد کرادی گئی کیونکہ یہ سکون کا وقت ہے۔ دن کے ہنگامے میں اگر تم کو پوری توجہ کا موقع نہ ملا ہو تو اس وقت اطمینان کے ساتھ توبہ کر سکتے ہو۔

دیکھو! یہ وہ چیز ہے جو دن میں پانچ وقت تمھارے اسلام کی بنیاد کو مضبوط کرتی ہے۔ یہ بار بار تم کو اس بڑی عبادت کے لئے تیار کرتی ہے جس کا مفہوم ہم نے ابھی چند سطور پہلے تم کو سمجھایا ہے۔ یہ ان تمام عقیدوں کو تازہ کرتی رہتی ہے۔ جن پر تمھارے نفس کی پاکیزگی، روح کی ترقی، اخلاق کی درستی اور عمل کی اصلاح موقوف ہے۔ غور کرو۔ وضو میں تم اس طریقہ کی کیوں پیروی کرتے ہو جو رسول اللہ نے بتایا ہے اور نماز میں وہ سب چیزیں کیوں پڑھتے ہو جو آپ نے تعلیم دی ہیں؟ اسی لئے نا کہ تم آپ کی اطاعت

فرض سمجھتے ہو۔ قرآن کو تم قصداً کیوں نہیں غلط پڑھتے اسی لئے ناکہ تمھیں اس کے کلام الٰہی ہونے کا یقین ہے۔ نماز میں جو چیزیں خاموشی کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اگر تم ان کو نہ پڑھو یا انکی جگہ کچھ اور پڑھ دو تو تمھیں کس کا خوف ہے؟ کوئی انسان تو سننے والا نہیں ظاہر ہے تم یہی سمجھتے ہو کہ خاموشی کے ساتھ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں اسے بھی خدا سن رہا ہے۔ اور ہماری کسی ڈھکی چھپی حرکت سے وہ بے خبر نہیں۔ جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا وہاں کون سی چیز تمھیں نماز کے لئے اٹھاتی ہے۔ وہ یہی اعتقاد تو ہے کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔ نماز کے وقت ضروری سے ضروری کام چھوڑ کر کون سی چیز تمھیں نماز کی طرف لے جاتی ہے؟ وہ یہی احساس تو ہے کہ نماز خدا نے فرض کی ہے۔ جاڑے میں صبح کے وقت اور گرمی میں دوپہر کے وقت اور روزانہ شام کی دلچسپ تفریحوں میں مغرب کے وقت کونسی چیز تم کو نماز پڑھنے پر مجبور کر دیتی ہے وہ فرض شناسی نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر نماز نہ پڑھنے یا نماز میں جان بوجھ کر غلطی کرنے سے تم کیوں ڈرتے ہو؟ اس لئے ناکہ تم کو خدا کا خوف ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ ایک دن اس کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ اب بتاؤ کہ نماز سے بہتر اور کونسی ایسی ٹریننگ ہو سکتی ہے۔ جو تم کو پورا اور سچا مسلمان بنانے والی ہو؟ مسلمان کے لئے اس سے اچھی تربیت کیا ہو سکتی ہے کہ وہ ہر روز کئی کئی مرتبہ خدا کی یاد اور اسکے خوف اور اسکے حاضر و ناظر ہونے کے یقین اور عدالت الٰہی میں پیش ہونے کے اعتقاد کو تازہ کرتا رہے اور روزانہ کئی بار لازمی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیروی کرے۔ اور صبح سے لے کر رات تک ہر چند گھنٹوں کے بعد اس کو فرض بجالانے کی مشق کرائی جاتی رہے۔ ایسے شخص سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر دنیا کے کاموں میں مشغول ہو گا تو وہاں بھی وہ خدا سے ڈریگا اور اس کے قانون کی پیروی کرے گا۔ اور ہر گناہ کے موقع پر اس کو یاد آجائے گا کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ اگر کوئی شخص اتنی اعلی درجہ کی ٹریننگ کے بعد بھی خدا سے بے خوف ہو اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے تو یہ نماز کا قصور نہیں بلکہ اس کی فطرت کی خرابی ہے۔

پھر دیکھو اللہ تعالی نے نماز کو باجماعت پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے اور خاص طور پر ہفتہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا فرض کر دیا ہے۔ یہ مسلمانوں میں اتحاد اور برادری پیدا کرنے والی چیز ہے۔ اور ان کو ملا کر ایک مضبوط قوم بناتی ہے۔ جب وہ سب مل کر ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں اور ایک ساتھ اٹھتے اور بیٹھتے ہیں۔ ایک ساتھ رکوع اور سجدہ کرتے ہیں تو آپ سے آپ ان کے دل ایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں اور ان میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ پھر یہی چیز ان میں ایک سردار کی اطاعت کا مادہ پیدا کرتی اور انکو باضابطگی کا سبق سکھاتی ہے اسی سے ان میں آپس کی ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ مساوات اور یگانگت پیدا ہوتی ہے۔ امیر اور غریب، بڑے اور چھوٹے، اعلی عہدہ دار اور ادنی چپراسی سب ایک ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ کوئی نہ اونچ ذات ہوتا ہے نہ نیچ ذات۔

یہ ان بے شمار فائدوں میں سے چند فائدے ہیں۔ جو تمھاری نماز

سے خدا کو نہیں بلکہ خود تمھیں کو حاصل ہوتے ہیں۔ خدا نے تمھارے ہی فائدہ کے لئے اس چیز کو فرض کیا ہے۔ اور نماز نہ پڑھنے پر اس کی ناراضی اس لئے نہیں کہ تم نے اس کا کوئی نقصان کیا، بلکہ اس لئے ہے کہ تم نے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچایا۔ کیسی زبردست طاقت نماز کے ذریعہ سے خدا تم کو دے رہا ہے اور تم اس کو لینے سے جی چراتے ہو۔ کس قدر شرم کا مقام ہے کہ تم زبان سے تو خدا کی خدائی اور رسول کی اطاعت اور آخرت کی باز پرس کا اقرار کرو۔ اور تمھارا عمل یہ ہو کہ خدا اور رسول نے سب سے بڑا فرض جو تم پر عائد کیا ہے۔ اس کو ادا نہ کرو۔ تمھارا یہ عمل دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا یا تو تم کو نماز کے فرض ہونے سے انکار ہے۔ یا تم اسے فرض مانتے ہو اور پھر ادا کرنے سے بچتے ہو۔ اگر فرضیت سے انکار ہے تو تم قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو جھٹلاتے ہو اور پھر ان دونوں پر ایمان لانے کا جھوٹا دعوی کرتے ہو اور اگر فرض مان کر پھر ادا نہیں کرتے تو تم سخت ناقابل اعتبار ہو۔ تم پر دنیا کے کسی معاملہ میں بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

جب تم خدا کی ڈیوٹی میں چوری کر سکتے ہو تو کوئی کیا امید کر سکتا ہے کہ انسانوں کی ڈیوٹی میں چوری نہ کرو گے۔

روزہ:۔ دوسرا فرض روزہ ہے۔ یہ روزہ کیا ہے؟ جس سبق کو نماز روزانہ پانچ وقت یاد دلاتی ہے، اسے روزہ سال میں ایک مرتبہ پورے ایک مہینے تک ہر وقت یاد دلاتا رہتا ہے۔ رمضان آیا اور صبح سے لیکر شام تک

وہ صرف اس لئے پرہیز کرتا ہے کہ اس میں خود اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ تمھاری مدد نہیں کرتا۔ کہیں تمھاری برائی کی جاتی ہے تو وہ خود بھی برائی کرنے اولوں میں شریک ہو جاتا ہے، یا کم از کم تمھاری برائی کو خاموشی کے ساتھ سنتا ہے۔ تمھارے دشمن تمھارے خلاف کوئی کام کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ یا کم از کم تمھیں ان کی شرارت سے بچانے کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔

بتاؤ! کیا تم ایسے شخص کو اپنا دوست سمجھوگے تم یقینا کہوگے کہ ہرگز نہیں۔ اس لئے وہ محض زبان سے دوستی کا دعوٰی کرتا ہے۔ مگر درحقیقت دوستی اس کے دل میں نہیں ہے۔ دوستی کے معنی تو یہ ہیں کہ انسان جس کا دوست ہو اس سے محبت اور خلوص رکھے۔ اس کا ہمدرد اور خیر خواہ ہو۔ وقت پر اس کے کام آئے۔ دشمنوں کے مقابلہ میں اسکی مدد کرے۔ اس کی برائی سننے تک کا روادار نہ ہو جب یہ بات اس میں نہیں ہے۔ تو وہ منافق ہے۔ اس کا دوستی کا دعوی جھوٹا ہے۔

اسی مثال پر قیاس کرلو کہ جب تم مسلمان ہونے کا دعوٰی کرتے ہو تو تم پر کیا فرض عائد ہوتا ہے۔ مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ تم میں اسلامی جوش ہو۔ ایمانی غیرت ہو۔ اسلام کی محبت اور مسلمانوں کے ساتھ سچی ہمدردی ہو۔ تم خواہ دنیا کا کوئی کام کرو۔ اس میں اسلام اور مسلمانوں کا مفاد ہمیشہ تمھارے پیش نظر رہے اپنے کسی ذاتی فائدہ کی خاطر یا کسی ذاتی نقصان سے بچنے کی خاطر تم سے کبھی کوئی ایسی حرکت سرزدنہ ہو جا اسلام اور

مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچانے والی ہو۔ ہر اس کام میں دل اور جان اور مال سے حصہ لو جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید ہو۔ اور ہر اس کام سے الگ رہو جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہو۔ اپنے مذہب اپنی قوم کی عزت کو اپنی عزت سمجھو۔ جس طرح تم خود اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتے اسی طرح اسلام اور اہل اسلام کی توہین اپنے مذہب اور اپنی قوم کی توہین بھی برداشت نہ کرو جس طرح تم خود اپنے خلاف اپنے دشمنوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ اسی طرح اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کا بھی ساتھ نہ دو جس طرح تم اپنے جان و مال اور عزت کی حفاظت کے لئے ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہو جاتے ہو اسی طرح اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے بھی ہر قربانی پر آمادہ رہو۔ یہ صفات ہر اس شخص میں ہونی چاہئیے۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔ ورنہ اس کا شمار منافقوں میں ہوگا۔ اور اس کا عمل خود ہی اس کے زبانی دعوے کو جھوٹا ثابت کر دیگا۔

اسی حمایت اسلام کا ایک شعبہ وہ ہے جس کو شریعت کی زبان میں "جہاد" کہتے ہیں۔ جہاد کے لفظی معنی ہیں کسی کام میں اپنی انتہائی طاقت صرف کر دینا۔ اس معنی کے لحاظ سے جو شخص خدا کا کلمہ بلند کرنے کے لئے روپے سے، زبان سے، قلم سے ہاتھ پاؤں سے کوشش کرتا ہے وہ بھی جہاد ہی کرتا ہے مگر خاص طور پر "جہاد" کا لفظ اس جنگ کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو تمام دنیوی اغراض سے پاک ہو کر محض خدا کے لئے اسلام کے دشمنوں سے کی جائے۔ شریعت میں اس جہاد کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔ یعنی یہ ایسا

رض ہے جو تمام مسلمانوں پر عائد تو ہوتا ہے لیکن اگر ایک جماعت اس کو
ا کر دے تو باقی لوگوں پر سے اس کو ادا کرنے کی ذمہ داری ساقط ہو جاتی
ہے۔ البتہ اگر کسی اسلامی ملک پر دشمنوں کا حملہ ہو تو اس صورت میں جہاد
س ملک کے تمام مسلمان باشندوں پر نماز اور روزے کی طرح فرض عین
و جاتا ہے۔ اور اگر وہ مقابلہ کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو ان کے قریب جو ملک
قع ہوں وہاں کے بھی ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے کہ جان اور مال سے
ن کی مدد کرے اور اگر ان کی مدد سے بھی دشمن کا حملہ دفع نہ ہو تو تمام دنیا
کے مسلمانوں پر ان کی حمایت اسی طرح فرض ہو جاتی ہے۔ جسطرح نماز
ور روزہ فرض ہے یعنی اگر کوئی ایک شخص بھی یہ فرض ادا کرنے میں کوتاہی
ریگا تو گنہگار ہوگا۔ ایسی صورتوں میں جہاد کی اہمیت نماز اور روزے سے
بھی زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ وقت ایمان کے امتحان کا ہوتا ہے۔ جو
شخص مصیبت کے وقت اسلام اور مسلمانوں کا ساتھ نہ دے اس کا ایمان بھی
مشتبہ ہے، پھر اسکی نماز کس کام کی اور اسکے روزے کی کیا وقعت؟ اگر کوئی
بدبخت ایسا ہو کہ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کا ساتھ
دے تو وہ یقیناً منافق ہے، اس کی نماز اور اس کا روزہ اور اسکی زکواۃ اور اس
کا حج سب کچھ بے کار ہے۔

الفاظ اور انکے معنی

مفہوم = مطلب		حق تلفی = حق مارنا	
قیاس = اندازا		منافق = ریاکار	

اطاعت = فرمانبرداری

اوصاف = وصف کی جمع۔ خصوصیت

● سوالات

سوال۔۱ حضرت محمدؐ نے کن امور پر ایمان لانے کی تعلیم دی ہے؟

سوال۔۲ عبادت کا مفہوم سمجھائیے؟

سوال۔۳ نماز کیا ہے؟

سوال۔۴ نماز سے کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟

سوال۔۵ روزہ کیا ہے؟

سوال۔۶ روزے سے کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟

سوال۔۷ زکواۃ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں لکھئیے؟

سوال۔۸ زکواۃ کا مقصد کیا ہے؟

سوال۔۹ حج کیا ہے؟

سوال۔۱۰ حج کے کیا فائدے ہیں؟

سوال۔۱۱ حمایت اسلام کیا چیز ہے اور کیوں فرض کی گئی ہے؟

باب ششم

دین اور شریعت

دین اور شریعت کا فرق۔
احکام شریعت معلوم کرنے کے ذرائع۔ فقہ۔ تصوف۔

اب تک ہم نے تم کو جو کچھ باتیں بتائی ہیں وہ سب "دین" کی باتیں تھیں اب ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی "شریعت" کے متعلق تم سے کچھ بیان کریں گے۔ مگر سب سے پہلے تمھیں سمجھ لینا چاہیئے کہ شریعت کسے کہتے ہیں۔ اور شریعت اور دین میں فرق کیا ہے؟

دین اور شریعت کا فرق:۔ پچھلے ابواب میں تم کو بتایا جاچکا ہے کہ تمام انبیاء دین اسلام ہی کی تعلیم دیتے چلے آئے ہیں اور دین اسلام یہ ہےکہ تم خدا کی ذات وصفات اور آخرت کی جزا وسزا پر اس طرح ایمان لاؤ جسطرح خدا کے سچے پیغمبروں نے تعلیم دی ہے۔ خدا کی کتابوں کو مانو اور تمام من مانے طریقے چھوڑکر اسی طریقہ کو حق سمجھو جس کی طرف ان کتابوں میں رہنمائی کی گئی ہے۔ خدا کے پیغمبروں کی اطاعت کرو اور سب کو

چھوڑ کر ان ہی کی پیروی کرو خدا کی عبادت میں خدا کے سوا کسی کو شریک نہ کرو۔ اس ایمان اور عبادت کا نام دین ہے اور یہ چیزیں تمام انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات میں مشترک ہے۔

اس کے بعد ایک چیز دوسری بھی ہے۔ جس کو شریعت کہتے ہیں۔ یعنی عبادت کے طریقے، معاشرت کے اصول، باہمی معاملات اور تعلقات کے قوانین۔ حرام و حلال جائز اور ناجائز کے حدود وغیرہ، ان امور کے متعلق اللہ تعالی نے ابتداء میں مختلف زبانوں اور مختلف قوموں کے حالات کا لحاظ کر کے اپنے پیغمبروں کے پاس مختلف شریعتیں بھیجی تھیں تاکہ وہ قوم کو الگ الگ شائستگی اور تہذیب اور اخلاق کی تعلیم و تربیت دیکر ایک بڑے قانون کی پیروی کے لئے تیار کرتے رہیں۔ جب یہ کام مکمل ہو گیا تو اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بڑا قانون دیکر بھیج دیا جسکی تمام دفعات تمام دنیا کے لئے ہیں۔ اب دین تو وہی ہے جو پچھلے انبیاء نے سکھایا تھا، مگر پرانی شریعتیں منسوخ کر دی گئی ہیں اور ان کی جگہ ایسی شریعت قائم کی گئی ہے جس میں تمام انسانوں کے لئے عبادت کے طریقے اور معاشرت کے اصول اور باہمی معاملات کے قوانین اور حرام و حلال کے حدود یکساں ہیں۔

احکام شریعت معلوم کرنے کے ذرائع:۔ شریعت محمدی کے اصول اور احکام معلوم کرنے کے لئے ہمارے پاس دو ذریعہ ہیں۔ ایک قرآن مجید دوسرے حدیث شریف قرآن کے متعلق تو تم جانتے ہو کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کا ہر ہر لفظ خدا کی طرف سے ہے۔ رہی حدیث تو

اس سے وہ روایتیں مراد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک
پہنچی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی قرآن کی تشریح تھی۔
نبی ہونے کے بعد سے ۲۳ سال کی مدت تک آپ ہر وقت تعلیم اور ہدایت
میں مشغول رہے۔ اور اپنی زبان اور عمل سے لوگوں کو بتاتے رہے کہ اللہ
تعالی کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ اس زبردست
مصروفیت کی زندگی میں صحابی مرد اور صحابیہ عورتیں اور خود آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے عزیز رشتہ دار اور آپ کی بیویاں سب کے سب آپ کی ہر
بات کو غور سے سنتے تھے۔ ہر کام پر نگاہ رکھتے تھے۔ اور ہر معاملہ میں جو ان کو
پیش آتا تھا۔ آپ سے شریعت کا حکم دریافت کرتے تھے۔ کبھی آپ فرماتے
کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو۔ جو لوگ حاضر ہوتے وہ اس فرمان کو یاد
کر لیتے تھے اور ان لوگوں کو سنا دیتے تھے۔ جو اس موقع پر حاضر نہ ہوتے تھے
۔ اسی طرح کبھی آپ کوئی کام کسی خاص طریقہ پر کرتے تھے۔ دیکھنے والے
اسکو بھی یاد رکھتے تھے اور نہ دیکھنے والوں سے بیان کر دیتے تھے کہ آپ نے
فلاں کام فلاں طریقے پر کیا تھا۔ اس طرح کبھی کوئی شخص آپ کے سامنے
کوئی کام کرتا تو آپ یا تو اس پر خاموش رہتے یا پسندیدگی کا اظہار فرماتے، یا
منع کر دیتے تھے۔ ان سب باتوں کو بھی لوگ محفوظ رکھتے تھے اور دوسروں
تک بھی ان کی خبر پہنچا دیتے تھے۔ ایسی جتنی باتیں صحابی مردوں اور صحابیہ
عورتوں سے لوگوں نے سنیں ان کو بعض نے (حفظ) یاد کر لیا اور بعض نے
لکھ لیا۔ اور یہ بھی یاد کر لیا کہ یہ خبر ہم کو کس سے پہنچی ہے۔ پھر ان سب

روایتوں کو رفتہ رفتہ کتابوں میں جمع کر لیا گیا۔ اور حدیث کا ایک بڑا ذخیرہ فراہم ہو گیا۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ امام مالکؒ اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ اور امام ترمذیؒ اور امام ابو داؤدؒ اور امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ کی کتابیں بہت مستند خیال کی جاتی ہیں۔

فقہ:۔ قرآن اور حدیث کے احکام پر غور کر کے بعض بزرگان دین نے عام لوگوں کی آسانی کے لئے مفصل قوانین مرتب کر دئے ہیں۔ جن کو "فقہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چونکہ ہر شخص قرآن کی تمام باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ نہ ہر شخص کے پاس حدیث کا ایسا علم ہے کہ وہ بطور خود شریعت کے احکام معلوم کر سکے، اس لئے جن بزرگان دین نے برسوں کی محنت اور غور و تحقیق کے بعد "فقہ" کو مرتب کیا ہے انکے بار احسان سے دنیا کے مسلمان کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ ان ہی کی محنتوں کا نتیجہ ہیکہ آج کروڑوں مسلمان بغیر کسی زحمت کے شریعت کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور کسی کو خدا اور رسول کے احکام معلوم کرنے میں دقت پیش نہیں آتی۔

ابتداء میں بہت سے بزرگوں نے "فقہ" کو اپنے اپنے طریقے پر مرتب کیا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ چار فقہیں دنیا میں باقی رہ گئیں اور اب دنیا کے مسلمان زیادہ تر ان ہی کی پیروی کرتے ہیں۔

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ جسکی ترتیب میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امامؒ زفر اور ایسے ہی چند بڑے بڑے علما کا مشورہ شامل تھا۔ اسے فقہ حنفی کہا جاتا ہے۔

ھارا کھانا پینا بند ہوا سحری کے وقت تم کھا پی رہے تھے۔ یکایت توپ چلی ر فورارک گئے۔ اب کیسی ہی مرغوب غذا سامنے آئے کیسی ہی بھوک یاس ہو، کتنا ہی دل چاہے۔ تم شام تک کچھ نہیں کھاتے۔ یہی نہیں کہ لوگوں کے سامنے نہیں کھاتے۔ نہیں تنہائی میں بھی جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا یک قطرہ پانی پینا یا ایک دانہ نگل جانا بھی تمھارے لئے ناممکن ہے۔ پھر یہ ساری رکاوٹ ایک خاص وقت تک ہے۔ ادھر افطار کی توپ چلی اور تم طاری کی طرف لپکے۔ اب رات بھر بے خوف و خطر تم جب اور جو چیز چاہتے و کھاتے ہو۔ غور کرو۔ یہ کیا چیز ہے؟ اس کی تہ میں خدا کا خوف ہے۔ اس کو حاضر و ناظر جاننے کا یقین ہے۔ آخرت کی زندگی اور خدا کی عدالت پر ایمان ہے۔ قرآن اور رسول خدا کی سخت اطاعت ہے۔ فرض کا زبردست حساس ہے صبر اور مصائب کے مقابلہ کی مشق ہے، خدا کی خوشنودی کے مقابلہ میں خواہشات نفس کو روکنے اور دبانے کی طاقت ہے۔ ہر سال میں رے تیس دن تک یہ چیز تمھارے اندر یہ تمام اوصاف پیدا کرتی ہے تاکہ م پورے اور پکے مسلمان بنو اور یہ اوصاف تمھیں اس عبادت کے قابل بنائیں جو ایک مسلمان کو اپنی زندگی میں ہر وقت بجالانی چاہیئے۔

پھر دیکھو اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کے لئے روزہ ایک ہی مہینہ میں فرض کیا تاکہ سب مل کر رکھیں اس سے بے شمار دوسرے فائدے بھی ہیں۔ ساری اسلامی آبادی میں پورا ایک مہینہ پاکیزگی کا مہینہ ہوتا ہے۔ ساری فضا پر ایمان اور خوف خدا اور اطاعت احکام اور پاکیزگی اخلاق اور

حسن عمل چھا جاتا ہے اس فضا میں برائیاں دب جاتی ہیں اور نیکیاں ابھرتی ہیں اچھے لوگ نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں برے لوگ بدی کے کام کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔ امیروں میں غریبوں کی امداد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے خدا کی راہ میں مال صرف کیا جاتا ہے۔ سارے مسلمان ایک حال میں ہوتے ہیں اور یہ ایک حال میں ہونا ان کے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ ہم سب ایک قوم ہیں۔ ان میں برادری، ہمدردی اور باہمی اتحاد پیدا کرنے کے لئے یہ ایک کارگر نسخہ ہے۔

یہ سب ہمارے ہی فائدہ ہیں۔ بھوکا رکھنے سے خدا کا کوئی فائدہ نہیں اس نے ہماری بھلائی کے لئے رمضان کے روزے ہم پر فرض کئے ہیں۔ اس فرض کو جو لوگ بغیر کسی معقول وجہ کے ادا نہیں کرتے وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں اور سب سے زیادہ شرمناک طریقہ ان کا ہے جو رمضان میں علانیہ کھاتے پیتے ہیں۔ وہ گویا اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی قوم سے نہیں ہیں۔ ہم کو اسلام کے احکام کی پرواہ نہیں۔ ہم جس کو خدا مانتے ہیں اس کی اطاعت سے کھلم کھلا منہ موڑتے ہیں۔ بتاؤ جن لوگوں کے لئے اپنی قوم سے الگ ہو جانا ایک آسان بات ہو۔ اور جن کو اپنے خالق ورازق کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے شرم نہ آئے اور جو اپنے دین کے سب سے بڑے پیشوا کے مقرر کئے ہوئے قانون کو علانیہ توڑیں۔ ان سے کون شخص کسی وفاداری کسی نیک چلنی اور امانت داری کسی فرض شناسی اور پابندی کی امید کر سکتا ہے۔

زکواۃ:۔ تیسرا فرض زکواۃ ہے۔ اللہ تعالی نے ہر مال دار مسلمان پر
ض کیا ہیکہ اگر اسکے پاس کم از کم چالیس روپے ہوں اور ان پر پورا ایک
ل گزر جائے تو وہ ان میں سے ایک روپیہ اپنے کسی غریب رشتہ دار یا کسی
یر یا کسی مسکین، نو مسلم، کسی مسافر، یا کسی قرضدار شخص کو دیدے۔

اس طرح اللہ نے امیروں کی دولت میں غریبوں کے لئے کم از کم
ھائی فیصد حصہ مقرر کر دیا ہے۔ اس سے زیادہ اگر کچھ دے تو احسان ہے
س کا ثواب اور زیادہ ہو گا۔

دیکھو! یہ حصہ اللہ کو نہیں پہنچتا، نہ وہ تمھاری کسی چیز کا محتاج ہے
ین وہ فرماتا ہے کہ تم نے اگر خوش دلی کے ساتھ میری خاطر اپنے غریب
ائی کو کچھ دیا تو گویا مجھ کو دیا۔ اس کی طرف سے میں تم کو کئی گنا زیادہ بدلہ
وں گا۔ البتہ شرط یہ ہیکہ اس کو دے کر تم کوئی احسان نہ جتاؤ۔ اس کو ذلیل

۱ زکواۃ صرف روپے ہی میں نہیں بلکہ سونے اور چاندی اور تجارتی مال اور مویشیوں میں
بھی ہے۔ ان سب چیزوں کی کتنی مقدار میں کتنی زکواۃ ہے۔ یہ تم کو اس سلسلہ کے ابتدائی
رسالوں میں معلوم ہو چکا ہے۔ یہاں محض زکواۃ کی مصلحت اور اس کے فائدے بتانا مقصود
ہے۔ اس لئے صرف روپے کو مثال کے طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

۲ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے
لوگوں یعنی سیدوں اور ہاشموں کے لئے زکواۃ حرام کر دی ہے مطلب یہ ہیکہ سادات اور بنی ہاشم
پر زکواۃ دینا تو فرض ہے مگر زکواۃ لینا انکے لئے جائز نہیں۔ جو شخص کسی غریب سید یا ہاشمی کی
مدد کرنا چاہتا ہو۔ وہ ہدیہ یا تحفہ دے سکتا ہے صدقہ و خیرات و زکواۃ نہیں دے سکتا۔

وحقیر نہ کرو۔ اس سے شکریہ کی بھی خواہش نہ رکھو۔ یہ بھی کوشش نہ کرو کہ تمھاری اس بخشش کا لوگوں میں چرچا ہو اور لوگ تمھاری تعریف کریں کہ فلاں صاحب بڑے سخی داتا ہیں۔ اگر ان تمام ناپاک خیالات سے اپنے دل کو پاک رکھو گے۔ اور محض میری خوشنودی کے لئے اپنی دولت میں سے غریبوں کو حصہ دو گے تو میں اپنی بے پایاں دولت میں سے تم کو وہ حصہ دوں گا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس زکوٰۃ کو بھی ہم پر اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح روزے اور نماز کو فرض کیا ہے۔ یہ اسلام کا بہت بڑا رکن ہے اور اسکو رکن اسلئے قرار دیا گیا ہیکہ مسلمانوں میں خدا کی خاطر قربانی اور ایثار کرنے کی صفت پیدا کرتا ہے۔ اور خود غرضی۔ تنگ دلی اور زر پرستی کی بری صفات کو دور کرتا ہے۔ بچھمی کی پوجا کرنے والا اور روپے پر جان دینے والا حریص اور بخیل آدمی اسلام کے کسی کام کا نہیں۔ جو شخص خدا کے حکم پر اپنی گاڑھی محنت سے کمایا ہوا مال اپنی کسی ذاتی غرض کے بغیر قربان کر سکتا ہو وہی اسلام کے سیدھے راستے پر چل سکتا ہے۔ زکوٰۃ مسلمان کو اس قربانی کی مشق کراتی ہے اور اس کو اس قابل بناتی ہے کہ خدا کی راہ میں جب مال صرف کرنے کی ضرورت ہو تو وہ اپنی دولت کو سینے سے چمٹائے نہ بیٹھا رہے بلکہ دل کھول کر خرچ کرے۔

زکوٰۃ کا دنیوی فائدہ یہ ہیکہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ کوئی مسلمان ننگا بھوکا اور ذلیل وخوار نہ ہو۔ جو امیر ہیں وہ غریبوں کو

سنبھالیں اور جو غریب ہیں وہ بھیک مانگتے اور چوریاں کرتے نہ پھریں۔
ئی شخص اپنی دولت کو صرف اپنے عیش و آرام اور اپنی شان و شوکت ہی
نہ اڑا دے۔ بلکہ یہ بھی یاد رکھے کہ اس مال میں اس کی قوم کے یتیموں
ر بیواؤں اور محتاجوں کا بھی حق ہے۔ اس میں ان لوگوں کا بھی حق ہے جو
ئی کام کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں مگر سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں
سکتے اور اس میں ان بچوں کا بھی حق ہے جو قدرت سے دماغ اور ذہانت
ئے ہیں۔ مگر غریب ہونے کی وجہ سے تعلیم نہیں پا سکتے۔ اس میں ان کا بھی
ق ہے جو معذور ہو گئے ہیں اور کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہے۔ جو
ٰفس اس حق کو نہیں مانتا وہ ظالم ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہو گا کہ تم اپنے
ں روپئے کے کھتے کے کھتے بھرے بیٹھے رہو، کوٹھیوں میں عیش کرو
ٹروں میں چڑھے چڑھے پھرو۔ اور تمھاری قوم کے ہزاروں آدمی
ٹیوں کو محتاج ہوں۔ ہزاروں بچے تعلیم سے محروم رہیں۔ ہزاروں کام کے
دمی بے کار مارے مارے پھریں، اسلام ایسی خود غرضی کا دشمن ہے کافروں
ان کی تہذیب یہ سکھاتی ہے کہ جو کچھ دولت ان کے ہاتھ لگے اس کو سمیٹ
سمیٹ کر رکھیں اور اسے سود پر چلا کر آس پاس کے لوگوں کی کمائی بھی
پنے پاس کھینچ لیں لیکن مسلمانوں کو انکا مذہب یہ سکھاتا ہیکہ اگر خدا تمھیں
ں قدر رزق دے جو تمھاری ضرورت سے زیادہ ہو تو اس کو سمیٹ کر نہ
کھو بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کو دو تا کہ ان کی بھی ضرورتیں پوری ہوں
ر تمھاری طرح وہ بھی کچھ کمانے اور کام کرنے کے قابل ہو جائیں۔

حج :۔ چوتھا فرض حج ہے ۔ یہ عمر میں صرف ایک مرتبہ ادا کرنا
ضروری ہے اور وہ بھی صرف ان کے لئے جو مکہ معظمہ تک جانے آنے کا
خرچ برداشت کر سکتے ہوں۔

جہاں اب مکہ معظمہ آباد ہے ۔ یہاں اب سے ہزاروں برس پہلے
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک چھوٹا سا گھر اللہ کی عبادت کے لئے بنایا
تھا۔ اللہ نے ان کے خلوص اور محبت کی یہ قدر فرمائی کہ اس کو اپنا گھر قرار
دیا اور فرمایا کہ جس کو ہماری عبادت کرنی ہو وہ اسی گھر کی طرف رخ کر کے
عبادت کرے اور فرمایا کہ ہر مسلمان خواہ دنیا کے کسی کونے میں ہو بشرط
استطاعت عمر میں کم از کم ایک مرتبہ اس گھر کی زیارت کے لئے آئے جو
ہمیں اس سے بھی زیادہ خوش کرنا چاہے، وہ اسی فقیرانہ لباس کے ساتھ یہاں
آئے جو ہمارا پیارا بندہ ابراہیم پہنتا تھا اور اسی محبت کے ساتھ ہمارے اس
گھر کا طواف کرے۔ پھر یہ بھی حکم دیا کہ جب ہمارے گھر کی طرف آو تو اپنے
دلوں کو پاک کرو۔ نفسانی خواہشات کو روکو خونریزی اور بدکاری اور
بدزبانی سے بچو۔ اسی ادب اور احترام اور عاجزی کے ساتھ آو جس کے ساتھ
تم کو اپنے مالک کے دربار میں حاضر ہونا چاہئیے ۔ یہ سمجھو کہ ہم اس بادشاہ کی
خدمت میں جا رہے ہیں جو زمین اور آسمانوں کا حاکم ہے ۔ اور جس کے
مقابلہ میں سب انسان فقیر ہیں۔ اس عاجزی کے ساتھ جب تم آوگے ۔ اور
خلوص دل کے ساتھ ہماری عبادت کروگے تو ہم تمھیں اپنی نوازشوں سے
مالا مال کر دیں گے۔

ایک لحاظ سے دیکھو تو حج سب سے بڑی عبادت ہے۔ خدا کی محبت
[اگر] انسان کے دل میں نہ ہو تو وہ اپنے کاروبار چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور
[د]وستوں سے جدا ہو کر اتنے لمبے سفر کی زحمت ہی کیوں برداشت کرے گا۔
[ا]س لئے حج کا ارادہ خود ہی محبت اور اخلاص کی دلیل ہے۔ پھر جب انسان
[ا]س سفر کے لئے نکلتا ہے تو اس کی کیفیت عام سفروں جیسی نہیں ہوتی۔ اس
[س]فر میں زیادہ تر اس کی توجہ خدا کی طرف رہتی ہے۔ اس کے دل میں شوق
[ا]ور ولولہ بڑھتا چلا جاتا ہے جوں جوں کعبہ قریب آتا جاتا ہے، محبت کی آگ
[او]ر زیادہ بھڑکتی ہے۔ گناہوں اور نافرمانیوں سے دل خود بخود نفرت کرتا ہے
[پ]چھلے گناہوں پر شرمندگی ہوتی ہے۔ آئندہ کے لئے خدا سے دعا کرتا ہے کہ
[ف]رماں برداری کی توفیق بخشے عبادت اور ذکر الٰہی میں مزا آنے لگتا ہے۔
[س]جدے لمبے لمبے ہونے لگتے ہیں اور دیر دیر تک سر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔
[ق]رآن پڑھتا ہے تو اس میں کچھ لطف ہی اور آتا ہے روزہ رکھتا ہے تو اس کی
[ح]لاوت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ پھر جب وہ حجاز کی سرزمین پر قدم رکھتا ہے تو
[ا]سلام کی ساری ابتدائی تاریخ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ چپے
چپے پر خدا سے محبت کرنیوالوں اور اس کے نام پر جان نثار کرنے والوں کے
[آ]ثار دکھائی دیتے ہیں وہاں کی ریت کا ایک ایک ذرہ اسلام کی عظمت پر گواہی
[د]یتا ہے۔ اور وہاں کی ہر کنکری پکارتی ہے کہ یہ ہے وہ سرزمین جہاں سے خدا
[کا] کلمہ بلند ہوا۔ اس طرح مسلمان کا دل خدا کے عشق اور اسلام کی محبت
[س]ے بھر جاتا ہے۔ اور وہاں سے وہ ایسا گہرا اثر لیکر آتا ہے جو مرتے دم تک
[د]ل سے محو نہیں ہوتا۔

دین کے ساتھ اللہ نے حج میں دنیا کے بھی بے شمار فائدہ رکھے ہیں۔ حج کی وجہ سے مکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا مرکز بنادیا گیا ہے۔ زمین کے ہر کونے سے اللہ کا نام لینے والے ایک ہی زمانہ میں وہاں جمع ہوجاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ آپس میں اسلامی محبت قائم ہوتی ہے اور یہ نقش دلوں میں بیٹھ جاتا ہیکہ مسلمان خواہ کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اور ایک ہی قوم ہیں۔ اس بناء پر حج اگر ایک طرف خدا کی عبادت ہے تو اسکے ساتھ ہی وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی کانفرنس بھی ہے اور مسلمانوں کی قوم میں اتحاد پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

حمایت اسلام :۔ آخری فرض جو تم پر خدا کی طرف سے عائد کیا گیا ہے۔ حمایت اسلام ہے۔ اگرچہ یہ ارکان اسلام میں سے نہیں ہے۔ مگر یہ اسلامی فرائض میں سے ایک اہم فرض ہے اور قرآن وحدیث میں اس پر بہت زور دیا گیا ہے۔

حمایت اسلام کیا چیز ہے اور کیوں فرض کی گئی ہے؟ اس کو تم ایک مثال سے بآسانی سمجھ سکتے ہو۔ فرض کرو کہ ایک شخص تم سے دوستی کا دعوی کرتا ہے مگر ہر آزمائش کے موقعہ پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کو تم سے کوئی ہمدردی نہیں۔ وہ تمھارے فائدے اور نقصان کی کوئی پرواہ نہیں کرتا جس کام میں تمھارا نقصان ہوتا ہو اس کو وہ اپنے ذاتی فائدے کی خاطر بے تکلف کر گزرتا ہے۔ جس کام میں تمھارا فائدہ ہوتا ہو اس میں تمھارا ساتھ دینے میں

۲۔ امام مالکؒ کی فقہ۔ یہ فقہ مالکی کے نام سے مشہور ہے۔
۳۔ امام شافعیؒ کی فقہ۔ یہ فقہ شافعی کہلاتی ہے۔
۴۔ امام احمد بن حنبلؒ کی فقہ۔ اس کو فقہ حنبلی کہتے ہیں

یہ چاروں فقہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دو سو برس
اندر مرتب ہو گئی تھیں۔ ان میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ
قدرتی اختلافات ہیں۔ چند آدمی جب کسی معاملہ کی تحقیق کرتے ہیں۔
بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کی تحقیق اور سمجھ میں تھوڑا
اختلاف تو ضروری ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ سب حق پسند اور نیک
اور مسلمانوں کے خیر خواہ بزرگ تھے۔ اس لئے تمام مسلمان ان
فقہوں کو برحق مانتے ہیں۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ ایک معاملہ میں ایک
طریقہ کی پیروی کی جا سکتی ہے، چار مختلف طریقوں کی پیروی نہیں کی
تی اس لئے علماء نے طے کر دیا ہے کہ مسلمانوں کو ان چاروں میں سے
یک کی پیروی کرنی چاہئیے۔

تصوف:۔ فقہ کا تعلق انسان کے ظاہری عمل سے ہے۔ وہ صرف
ھتی ہے کہ تم کو جیسا اور جس طرح حکم دیا گیا تھا، تم اس کو بجالائے یا
۔ اگر بجالائے ہو تو اس کو اس سے کچھ بحث نہیں کہ تمہارے دل کا کیا
تھا۔ دل کے حال سے جو چیز بحث کرتی ہے، اس کا نام تصوف ہے۔ مثلاً
پڑھتے ہو۔ اس عبادت میں فقہ صرف یہ دیکھتی ہے کہ تم وضو ٹھیک

کیا ہے۔ قبلہ رخ کھڑے ہوئے ہو۔ نماز کے تمام ارکان ادا کئے ہیں۔ ج
چیزیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں وہ سب پڑھ لی ہیں اور جس وقت جتنی رکعتیں
مقرر کی گئی ہیں ٹھیک اسی وقت اتنی ہی رکعتیں پڑھی ہیں۔ جب یہ سب
نے کر دیا تو فقہ کی رو سے تمھاری نماز پوری ہو گئی۔ لیکن تصوف یہ دیکھتا
اس عبادت میں تمھارے دل کا کیا حال رہا؟ تم خدا کی طرف بھی متو
ہوئے یا نہیں؟ تمھارا دل دنیا کے خیالات سے بھی پاک ہوا یا نہیں
تمھارے اندر نماز سے خدا کا خوف اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کا یقی
اور صرف اسی کی خوشنودی چاہنے کا بھی جذبہ پیدا ہوا یا نہیں؟ اس نماز
تمھاری روح کو کس قدر پاک کیا؟ تمھارے اخلاق کہاں تک درست کئے
کو کس حد تک سچا اور پکا عملی مسلمان بنا دیا؟ یہ تمام باتیں جو نماز کے اص
مقصد سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ جس قدر زیادہ کمال کے ساتھ حاصل ہوں
تصوف کی نظر میں تمھاری نماز اتنی ہی زیادہ کامل ہو گی اور ان میں جتنا نقص
رہے گا۔ اسی کے لحاظ سے تصوف تمھاری نماز کو ناقص قرار دیگا۔ اس ط
شریعت کے جتنے احکام ہیں۔ ان سب میں فقہ صرف یہ دیکھتی ہے تم کو
حکم جس صورت میں دیا گیا تھا اسی صورت میں تم اسے بجا لائے یا نہیں۔
تصوف یہ دیکھتا ہے کہ اس حکم پر عمل کرنے میں تمھارے اندر خلوص
نیک نیتی اور سچی اطاعت کس قدر تھی۔

اس فرق کو تم ایک مثال سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ جب ک
شخص تم سے ملتا ہے تو تم اس پر دو حیثیتوں سے نظر ڈالتے ہو۔ ایک حیث

یہ ہوتی ہے کہ وہ صحیح و تندرست ہے یا نہیں۔ اندھا، لنگڑا، لولا تو نہیں
ہے۔ خوب صورت ہے یا بد صورت اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہے یا میلا کچیلا
ہے۔ دوسری حیثیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے اخلاق کیسے ہیں۔ اس کی
ات اور فضائل کا کیا حال ہے۔ اس کی عقل اور سمجھ بوجھ کیسی ہے۔ وہ
لم ہے یا جاہل۔ نیک ہے یا بد۔ ان میں سے پہلی نظر گویا فقہ کی نظر ہے اور
وسری نظر گویا تصوف کی نظر ہے۔ دوستی کے لئے جب تم کسی شخص کو پسند
نا چاہو گے تو اس کی شخصیت کے دونوں پہلوؤں کو دیکھو گے۔ تمھاری
اہش یہ ہوگی کہ اس کا ظاہر بھی اچھا ہو اور باطن بھی اچھا۔ اسی طرح
سلام میں بھی پسندیدہ زندگی وہی ہے جس میں شریعت کے احکام کی
بندی ظاہر کے اعتبار سے بھی صحیح ہو اور باطن کے اعتبار سے بھی۔ جس
س کی ظاہری اطاعت درست ہے مگر باطن میں اطاعت کی روح نہیں ہے
س کے عمل کی مثال ایسی ہے جیسی کوئی آدمی بہت خوب صورت ہو مگر
ردہ ہو۔ اور جس شخص کے عمل میں تمام باطنی خوبیاں موجود ہوں مگر
اہری اطاعت درست نہ ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آدمی بہت
ریف اور نیک ہو، مگر بد صورت اور اپاہج ہو۔

اس مثال سے تم کو فقہ اور تصوف کا باہمی تعلق بھی معلوم ہو گیا۔ مگر
وس ہے کہ بعد کے زمانوں میں علم اور اخلاق کے زوال سے جہاں اور
ت سی خرابیاں پیدا ہوئیں۔ تصوف کے پاک چشمے کو بھی گندہ کر دیا گیا۔
وں نے طرح طرح کے غیر اسلامی فلسفے گمراہ قوموں سے سیکھے اور ان کو

تصوف کے نام سے اسلام میں داخل کر دیا۔ عجیب عجیب قسم کے عقیدوں اور طریقوں پر تصوف کا نام چسپاں کیا۔ جن کی کوئی اصل قرآن اور حدیث میں نہیں ہے۔ پھر اس قسم کے لوگوں نے رفتہ رفتہ اپنے آپ کو شریعت کی پابندی سے بھی آزاد کر لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ تصوف کو شریعت سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ کوچہ ہی دوسرا ہے۔ صوفی کو قانون اور قاعدے کی پابندی سے کیا سروکار۔ اس قسم کی باتیں اکثر جاہل صوفیوں سے سننے میں آتی ہیں مگر دراصل یہ بالکل غلط ہیں۔ اسلام میں کسی ایسے تصوف کی گنجائش نہیں ہے جو شریعت کے احکام سے بے تعلق ہو۔ کسی صوفی کو یہ حق نہیں کہ وہ نماز اور روزے اور حج اور زکواۃ کی پابندی سے آزاد ہو جائے۔ کوئی صوفی ان قوانین کے خلاف عمل کرنے کا حق نہیں رکھتا جو معاشرت اور معیشات اور اخلاق اور معاملات اور حقوق و فرائض اور حدود حلال و حرام کے متعلق خدا اور رسول نے بتائے ہیں۔ کوئی ایسا شخص جو رسول صلعم کی صحیح پیروی نہ کرتا ہو۔ اور آپ کے مقرر کئے ہوئے طریقہ کا پابند نہ ہو مسلمان صوفی کہلائے جانے کا مستحق ہی نہیں ہے تصوف تو در حقیقت خدا اور رسول کی سچی محبت بلکہ عشق کا نام ہے اور عشق کا تقاضہ یہ ہے کہ خدا کے احکام اور اس کے رسول کی پیروی سے بال برابر بھی انحراف نہ کیا جائے۔ پس اسلامی تصوف، شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ شریعت کے احکام کو انتہائی خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ بجالانے، اور اطاعت میں خدا کی محبت اور اس کے خوف کی روح بھر دینے ہی کا نام تصوف ہے۔

● الفاظ اور انکے معنی

شریعت = مذہبی قانون۔ طریقہ

ناقص = عیب دار

تصوف = علم معارفت

● سوالات

سوال۔۱ دین اور شریعت کے فرق کو سمجھائیے؟

سوال۔۲ احکام شریعت کو معلوم کرنے کے ذرائع کیا ہیں؟

سوال۔۳ فقہ کیا ہے؟

سوال۔۴ فقہ کے تعلق سے تفصیل سے سمجھائیے؟

سوال۔۵ تصوف کی تعریف کیجئیے؟

سوال۔۶ فقہ اور تصوف کے باہمی تعلق کے بارے میں سمجھائیے؟

باب ہفتم

شریعت کے احکام

شریعت کے اصول۔ حقوق کی چار قسمیں۔ خدا کے حقوق نفس کے حقوق۔ بندوں کے حقوق۔ تمام مخلوقات کے حقوق۔ عالمگیر اور دائمی شریعت۔

اس آخری باب میں ہم شریعت کے اصول اور خاص احکام بیان کریں گے جن سے تم کو معلوم ہو گا کہ اسلامی شریعت انسان کی زندگی کو کس طرح ایک بہترین ضابطہ کا پابند بناتی ہے۔ اور اس ضابطہ میں کیسی کیسی حکمتیں رکھی گئی ہیں۔

شریعت کے اصول:۔ تم اپنی حالت پر غور کرو گے تو تم کو معلوم ہو گا کہ دنیا میں تم بہت سی قوتیں لیکر آئے ہو اور ہر قوت کا تقاضہ یہ ہیکہ اس سے کام لیا جائے۔ تم میں عقل ہے۔ ارادہ ہے۔ خواہش ہے۔ گویائی ہے۔ بینائی ہے۔ سماعت ہے۔ ذائقہ ہے۔ ہاتھ پاؤں کی طاقت ہے۔ نفرت اور غضب ہے۔ شوق اور محبت ہے۔ خوف اور لالچ ہے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی بیکار نہیں۔ ہر چیز تم کو اسی لئے دی گئی ہے کہ تم کو اس کی ضرورت

ہ ۔ دنیا میں تمھاری زندگی اور زندگی کی کامیابی اسی پر موقوف ہے کہ
اری طبیعت اور فطرت جو کچھ مانگتی ہے اس کو پورا کرو۔ اور یہ اسی وقت
سکتا ہے جب کہ تم تمام قوتوں سے کام لو جو خدا نے تمھیں دی ہیں۔ پھر تم
ھوگے جتنی قوتیں تمھارے اندر رکھی گئی ہیں۔ ان سب سے کام لینے کے
رائع بھی تم کو دیئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے تو خود تمھارا اپنا جسم ہے جس میں
م ضروری آلات موجود ہیں۔ اس کے بعد تمھارے گردو پیش کی دنیا ہے
ں میں ہر طرف ہر قسم کے بے شمار ذرائع پھیلے ہوئے ہیں تمھاری مدد کے
ے خود تمھاری اپنی جنس کے انسان موجود ہیں۔ تمھاری خدمت کے لئے جانور
ں۔ بناتات اور جمادات ہیں۔ زمین اور پانی اور ہوا اور حرارت اور روشنی
و ایسی ہی بے حد و حساب چیزیں ہیں۔ خدا نے ان سب کو اسی لئے پیدا کیا
۔ تم ان سے کام لو اور زندگی بسر کرنے میں ان سے مدد حاصل کرو۔

اب ایک دوسری حیثیت سے دیکھو۔ تم کو جو قوتیں دی گئی ہیں وہ
دے کے لئے دی گئی ہیں۔ نقصان کے لئے نہیں دی گئیں ان کے
تعمال کی صحیح صورت وہی ہو سکتی ہے جس سے صرف فائدہ ہو۔ اور
سان یا تو بالکل نہ ہو یا اگر ہو بھی تو کم سے کم جو ناگزیر ہو۔ اس کے سوا
ی صورتیں ہیں عقل کہتی ہے کہ وہ سب غلط ہونی چاہئیے۔ مثلاً اگر تم کوئی
ا کام کرو جس سے خود تم کو نقصان پہنچے تو یہ غلطی ہوگی۔ اگر تم اپنی کسی
ت سے ایسا کام لو جس سے دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچے تو یہ بھی غلطی
ی اگر تم کسی قوت کو اس طرح استعمال کرو کہ جو وسائل تمھیں دئے گئے

ہیں وہ فضول ضائع ہوں تو یہ بھی غلطی ہوگی۔ تمھاری عقل خود اس بات پر گواہی دے سکتی ہے کہ نقصان خواہ کسی قسم کا ہو بچنے کے قابل چیز ہے اور اس کو اگر گوارا کیا جاسکتا ہے تو صرف اسی صورت میں جب کہ اس سے بچنا یا تو ممکن ہی نہ ہو یا اس کے مقابلہ میں کوئی بہت بڑا فائدہ ہو۔

اس کے بعد اور آگے بڑھو دنیا میں دو قسم کے انسان پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو قصداً اپنی بعض قوتوں کو اس طرح استعمال کرتے ہیں جن سے یا تو خود ان ہی کو بعض دوسری قوتوں کو نقصان پہنچ جاتا ہے، یا دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچتا ہے یا ان کے ہاتھوں وہ چیزیں فضول ضائع ہوتی ہیں جو محض فائدہ اٹھانے کے لئے ان کو دی گئی ہیں۔ نہ کہ ضائع کرنے کے لئے دوسرے لوگ وہ ہیں جو قصداً تو ایسا نہیں کرتے مگر ناواقفیت کی وجہ سے ایسی غلطیاں ان سے ہو جاتی ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ شریر ہیں اور ان کے لئے ایسے قانون اور ضابطہ کی ضرورت ہے جو ان کو قابو میں رکھے اور دوسری قسم کے لوگ ناواقف ہیں اور ان کے لئے ایسے علم کی ضرورت ہے جس سے انہیں اپنی قوتوں کے استعمال کی صحیح صورت معلوم ہو جائے۔

خدا نے جو شریعت پیغمبر کے پاس بھیجی ہے وہ اسی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ وہ تمھاری کسی قوت کو ضائع کرنا نہیں چاہتی نہ کسی خواہش کو مٹانا چاہتی ہے، نہ کسی جذبہ کو فنا کرنا چاہتی ہے وہ تم سے یہ نہیں کہتی یہ دنیا کو چھوڑ دو۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں جارہو، بھوکے مرو اور ننگے پھرو، نفس کشی کر کے اپنے آپ کو تکلیفوں میں ڈالو، اور دنیا کی راحت و آسائش کو اپنے

اوپر حرام کرلو۔ ہرگز نہیں۔ یہ خدا کی بنائی ہوئی شریعت ہے۔ اور خدا وہی ہے جس نے یہ دنیا انسان ہی کے لئے بنائی ہے۔ وہ اپنے اس کارخانہ کو مٹانا اور بے رونق کرنا کیسے پسند کریگا۔ اس نے انسان کے اندر کوئی قوت بیکار اور بے ضرورت نہیں رکھی ہے۔ نہ زمین اور آسمان میں کوئی چیز اس لئے پیدا کی ہے کہ اس سے کوئی کام نہ لیا جائے۔ وہ تو خود یہ چاہتا ہے کہ دنیا کا یہ کارخانہ پوری رونق کے ساتھ چلے ہر قوت سے انسان پورا پورا کام لے، دنیا کی ہر چیز سے فائدہ اٹھائے اور ان تمام ذرائع کو استعمال کرے جو زمین اور آسمان میں مہیا کئے گئے ہیں، مگر اس طرح کی جہالت شرارت سے نہ خود اپنا نقصان کرے، نہ دوسروں کو نقصان پہنچائے۔ خدا نے شریعت کے تمام ضابطے اسی غرض کے لئے بنائے ہیں۔ جتنی چیزیں انسان کے لئے نقصان دہ ہیں ان سب کو شریعت میں حرام کردیا گیا ہے، اور جو چیزیں مفید ہیں ان کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ جن کاموں سے انسان خود اپنا یا دوسروں کا نقصان کرتا ہے۔ ان کو شریعت ممنوع ٹھیراتی ہے۔ اور ایسے تمام کاموں کا اجازت دیتی ہے اس کے لئے فائدہ مند ہوں اور کسی کے لئے نقصان دہ نہ ہوں۔ اس کے تمام قوانین اس اصول پر مبنی ہیں کہ انسان کو دنیا میں اپنی تمام خواہشیں اور ضروتیں پوری کرنے اور اپنے فائدہ کے لئے ہر قسم کی کوشش کرنے کا حق ہے مگر اس حق سے اس کو اس طرح فائدہ اٹھانا چاہیے کہ جہالت یا شرارت سے وہ دوسروں کے حقوق کو تلف نہ کرے بلکہ جہاں تک ممکن ہو دوسروں کے لئے معاون ومددگار ہو پھر جن کاموں میں

ایک پہلو فائدے کا اور دوسرا پہلو نقصان کا ہو۔ ان میں شریعت کا اصول یہ ہیکہ بڑے فائدے کے لئے چھوٹے نقصان کو قبول کیا جائے اور بڑے نقصان سے بچنے کے لئے چھوٹے فائدے کو چھوڑ دیا جائے۔

چونکہ ہر شخص ہر زمانے میں ہر چیز اور ہر کام کے متعلق یہ نہیں جانتا یہ اس میں کیا فائدہ اور کیا نقصان ہے۔ اس لئے خدا نے جس کے علم سے کائنات کا کوئی راز چھپا ہوا نہیں ہے۔ انسان کی پوری زندگی کے لئے صحیح ضابطہ بنادیا ہے۔ اس ضابطہ کی بہت سی مصلحتیں اب سے صدیوں پہلے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں، مگر اب علم کی ترقی نے ان پر سے پردہ اٹھادیا ہے بہت سی مصلحتوں کو اب بھی لوگ نہیں سمجھتے۔ مگر جتنا جتنا علم ترقی کرے گا وہ ظاہر ہوتی چلی جائینگی۔ جو لوگ خود اپنے ناقص علم اور اپنی ناقص عقل پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ صدیوں تک غلطیاں کرنے اور ٹھوکریں کھانے کے بعد آخر کار اسی شریعت کے کسی نہ کسی قاعدے کو اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے خدا کے رسول پر بھروسہ کیا ہے وہ جہالت و ناواقفیت کے نقصانات سے محفوظ ہیں۔ کیونکہ ان کو خواہ مصلحتوں کا علم ہو یا نہ ہو۔ ہر حال میں وہ محض رسول خدا کے اعتماد پر ایک ایسے قانون کی پابندی کرتے ہیں جو خالص اور صحیح علم کے مطابق بنایا گیا ہے۔

حقوق کی چار قسمیں:۔ شریعت کی رو سے ہر انسان پر چار قسم کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ ایک خدا کے حقوق۔ دوسرے خود اس کے اپنے نفس اور جسم کے حقوق۔ تیسرے بندوں کے حقوق۔ چوتھے ان

چیزوں کے حقوق جن کو خدا نے اس کے اختیار میں دیا ہے تاکہ وہ ان سے کام لے اور فائدہ اٹھائے ان ہی چاروں حقوق کو سمجھنا اور ٹھیک ٹھیک ادا کرنا ایک سچے مسلمان کا فرض ہے۔ شریعت ان تمام حقوق کو الگ الگ بیان کرتی ہے اور ان کو ادا کرنے کے لئے ایسے طریقہ مقرر کرتی ہے کہ ایک ساتھ سب حقوق ادا ہوں اور حتی الامکان کوئی حق تلف نہ ہونے پائے۔

خدا کے حقوق:۔ خدا کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ انسان صرف اسی کو خدا مانے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ یہ حق صرف کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر ایمان لانے سے ادا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے تم کو بتا چکے ہیں۔

خدا کا دوسرا حق یہ ہیکہ جو ہدایت اس کی طرف سے آئے اس کو سچے دل سے تسلیم کیا جائے۔ یہ حق محمد رسول اللہ پر ایمان لانے سے ادا ہوتا ہے اور اس کی تفصیل بھی ہم نے تم سے پہلے بتا دی ہے۔

خدا کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس کی فرماں برداری کی جائے۔ یہ حق اس قانون کی پیروی سے ادا ہوتا ہے جو خدا کی کتاب اور رسول خدا کی سنت میں بیان ہوا ہے۔ اس کی طرف بھی ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔

خدا کا چوتھا حق یہ ہیکہ اس کی عبادت کی جائے۔ اسی حق کو ادا کرنے کے لئے وہ فرائض انسان پر عائد کئے گئے ہیں۔ جن کا ذکر پچھلے باب میں کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ حق تمام حقوق پر مقدم ہے۔ اس لئے اس کو ادا کرنے میں دوسرے حقوق کی قربانی کسی نہ کسی حد تک ضروری ہے۔ مثلاً

نماز روزہ وغیرہ فرائض کو ادا کرنے میں انسان خود اپنے نفس اور جسم کے بہت سے حقوق قربان کرتا ہے۔ نماز کے لئے انسان صبح اٹھتا ہے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہے۔ دن اور رات میں کئی بار اپنے ضروری کام اور اپنی دلچسپ تفریحات کو چھوڑ دیتا ہے۔ رمضان میں مہینہ بھر بھوک پیاس اور خواہشات کو روکنے کی تکلیف اٹھاتا ہے۔ زکواۃ ادا کرنے میں مال کی محبت کو خدا کی محبت پر قربان کرتا ہے۔ حج میں سفر کی تکلیف اور مال کی قربانی گوارا کرتا ہے۔ جہاد میں خود اپنی جان اور مال قربان کر دیتا ہے، اسی طرح دوسرے لوگوں کے حقوق بھی خدا کے حق پر کم و بیش قربان کئے جاتے ہیں۔ مثلاً نماز میں ایک ملازم اپنے آقا کا کام چھوڑ کر اپنے بڑے آقا کی عبادت کے لئے جاتا ہے۔ حج میں ایک شخص سارے کاروبار ترک کر کے مکہ معظمہ کا سفر کرتا ہے اور اس میں بہت سے لوگوں کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔ جہاد میں انسان محض خدا کی خاطر جان لیتا ہے اور جان دیتا۔ اسی طرح وہ چیزیں بھی اللہ کے حق پر فدا کی جاتی ہیں جو انسان کے قبضہ اختیار میں ہیں۔ مثلاً جانوروں کی قربانی اور مال کا صرفہ۔

لیکن اللہ تعالی نے اپنے حقوق کے لئے ایسی حدیں مقرر کر دی ہیں کہ اس کے جس حق کو ادا کرنے کے لئے دوسرے حقوق کی جتنی قربانی ضروری ہے اس سے زیادہ نہ کی جائے مثلاً نماز کو لو خدا نے جو نمازیں تم پر فرض کی ہیں۔ ان کو ادا کرنے میں ہر طرح کی سہولتیں رکھی ہیں۔ وضو کے لئے پانی نہ ملے یا بیمار ہو تم تیمم کر لو۔ سفر میں ہو تو نماز قصر کر دو۔ بیمار ہو تو

بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھ لو۔ پھر نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ بھی اتنا زیادہ
نہیں ہے کہ ایک وقت کی نماز میں چند منٹ سے زیادہ صرف ہوں سکون
کے اوقات میں انسان چاہے تو پوری سورہ بقر پڑھ ڈالے۔ مگر کاروبار کے
اوقات میں لمبی نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے۔ پھر فرض نمازوں سے بڑھ
کر اگر کوئی شخص نفل نمازیں پڑھنا چاہے تو خدا اس سے خوش ہوتا ہے۔
مگر خدا یہ نہیں چاہتا کہ تم راتوں کی نیند اور دن کا آرام اپنے اوپر حرام کرلو،
یا اپنی روزی کمانے کے اوقات کو نمازیں پڑھنے میں صرف کر دو۔ یا بندگان
خدا کے حقوق تلف کر کے نمازیں پڑھتے چلے جاؤ۔

اسی طرح روزے میں بھی ہر قسم کی آسانیاں رکھی گئی ہیں۔ صرف
سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ وہ بھی سفر کی حالت میں
اور بیماری میں قضا کئے جا سکتے ہیں۔ اگر روزہ دار بیمار ہو جائے اور جان کا
خوف ہو تو روزہ توڑ سکتا ہے۔ روزہ کے لئے جتنا وقت مقرر کیا گیا ہے اس
میں ایک منٹ کا اضافہ کرنا بھی درست نہیں۔ سحری کے آخری وقت تک
کھانے پینے کی اجازت ہے اور افطار کا وقت آتے ہی فوراً روزہ کھول لینے کا
حکم ہے۔ فرض روزوں کے علاوہ اگر کوئی شخص نفل روزے رکھے تو یہ خدا
کی مزید خوشنودی کا سبب ہوگا مگر خدا اسکو پسند نہیں کرتا کہ تم پے در پے
روزے رکھے چلے جاؤ اور اپنے آپکو اتنا کمزور کر لو کہ دنیا کے کام کاج نہ کر سکو۔

زکوٰۃ کے لئے بھی خدا نے کم سے کم مقدار مقرر کی ہے۔ اور وہ بھی
ان لوگوں پر فرض ہے جو بقدر نصاب مال رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ اگر کوئی

شخص خدا کی راہ میں صدقہ وخیرات کرے تو خدا اس سے خوش ہوگا۔ مگر خدا یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنے نفس اور اپنے متعلقین کے حقوق کو قربان کر کے سب کچھ صدقہ وخیرات میں دے ڈالو اور خود تنگ دست ہو کر بیٹھ رہو۔ اس میں بھی اعتدال برتنے کا حکم ہے۔

پھر حج کو دیکھو اول تو یہ فرض ہی ان لوگوں پر کیا گیا ہے جو زادراہ رکھتے ہوں اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے قابل ہوں۔ پھر اس میں مزید آسانی یہ رکھی گئی ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ جب سہولت ہو جا سکتے ہو اگر راستہ میں لڑائی ہو رہی ہو یا ایسی بدامنی ہو کہ جان کا خطرہ غالب ہو تو حج کا ارادہ ملتوی کر سکتے ہو۔ اس کے ساتھ والدین کی اجازت بھی ضروری قرار دی گئی ہے۔ تاکہ بوڑھے ماں باپ کو تمھاری غیر موجودگی میں تکلیف نہ ہو۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق میں بھی دوسروں کے حقوق کا کس قدر لحاظ رکھا ہے۔

اللہ کے حق پر انسانی حقوق کی سب سے بڑی قربانی جہاد میں کی جاتی ہے، کیونکہ اس میں انسان اپنی جان ومال بھی خدا کی راہ میں فدا کرتا ہے اور دوسروں کی جان ومال کو بھی قربان کر دیتا ہے۔ مگر جیسا کہ ہم نے اوپر تمھیں بتایا ہے اسلام کا اصول یہ ہیکہ بڑے نقصان سے بچنے کے لئے چھوٹے نقصان کو گوارا کرنا چاہئے۔ اس اصول کو پیش نظر رکھو اور پھر دیکھو کہ چند سو یا چند ہزار یا چند لاکھ آدمیوں کے ہلاک ہو جانے سے بدرجہا زیادہ بڑا نقصان یہ ہے کہ حق کے مقابلہ میں باطل کو فروغ ہو اور مسلمان قوم

دنیا میں ذلیل اور مغلوب ہو کر رہے۔ لہذا اس بڑے نقصان سے بچنے کے لئے اللہ نے مسلمان کو حکم دیا کہ جان ومال کے کمتر نقصان کو ہماری خوشنودی کے لئے گوارا کرلو۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ جتنی خونریزی ضروری ہے اس سے زیادہ نہ کرو۔ بوڑھوں اور بچوں اور عورتوں اور زخمیوں اور بیماروں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ صرف ان لوگوں سے لڑو جو تمھارے مقابلے میں تلوار اٹھاتے ہیں۔ دشمن کے ملک میں بلا ضرورت تباہی وبربادی نہ پھیلاؤ۔ دشمنوں پر فتح پاؤ تو ان کے ساتھ انصاف کرو۔ کسی بات پر ان سے معاہدہ ہوجائے تو اس کی پابندی کرو جب وہ دشمنی سے باز آجائیں تو لڑائی بند کرو۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ خدا کا حق ادا کرنے کیلئے انسانی حقوق کی جتنی قربانی ضروری ہے۔ اس سے زیادہ کسی قربانی کو جائز نہیں رکھا گیا ہے۔

نفس کے حقوق:۔ اب دوسری قسم کے حقوق کو لو یعنی انسان پر خود اس کے اپنے نفس اور جسم کے حقوق۔ شائد تم کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ انسان سب سے بڑھ کر خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ یہ بات واقعی حیرت انگیز بھی ہے۔ کیونکہ ظاہر میں تو ہر شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کو سب سے زیادہ خود اپنے آپ سے محبت ہے۔ اور شائد کوئی شخص بھی اس بات کا اقرار نہ کرے گا کہ وہ آپنا ہی دشمن ہے لیکن تم ذرا غور کروگے تو اس کی حقیقت تم کو معلوم ہوجائیگی۔

انسان میں ایک بڑی کمزوری یہ ہیکہ اس پر جب کوئی خواہش غالب

وہ خودکشی کو بھی حرام کرتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ تیری جان
دراصل خدا کی ملک ہے اور یہ امانت تجھے اس لئے دی گئی ہے کہ تو خدا کی
مقرر کی ہوئی مدت تک اس سے کام لے نہ اس لئے کہ اس کو ضائع کر دے۔

بندوں کے حقوق :۔ ایک طرف شریعت نے انسان کو خود اپنے
نفس اور جسم کی خواہشات پوری کرنے کا حکم دیا ہے تو دوسری طرف
قید بھی لگادی ہے کہ ان کو پورا کرنے کے لئے وہ کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ
کرے جس سے دوسرے لوگوں کے حقوق متاثر ہوں۔ اس لئے جھوٹ کو
حرام کیا ہے کیونکہ اس سے صرف انسان کا اپنا ہی نفس گندہ نہیں ہوتا بلکہ
دوسروں کو بھی ہر طرح کے نقصانات پہنچتے ہیں۔ چوری اور لوٹ مار اور
رشوت اور خیانت اور سودخواری اور جعل سازی کو بھی حرام کیا ہے
کیونکہ ان ذرائع سے انسان جو کچھ بھی فائدہ اٹھاتا ہے وہ دراصل دوسروں
کے نقصان سے حاصل ہوتے ہیں غیبت اور چغلخوری اور بہتان تراشی بھی
حرام ہے کیونکہ یہ سب افعال دوسروں کے لئے نقصان رساں ہیں۔ جوئے
اور سٹے اور لاٹری کو بھی حرام کیا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک شخص کا فائدہ
ہزاروں آدمیوں کے نقصان پر مبنی ہوتا ہے۔ دھوکے اور فریب کے لین
دین اور ایسے تمام تجارتی معاملات کو بھی حرام کیا ہے۔ جن سے کسی ایک
فریق کو نقصان پہنچنے کا امکان ہو۔ قتل اور فتنہ و فساد کو بھی حرام کیا ہے
کیونکہ ایک شخص کو اپنے کسی فائدے یا اپنی کسی خواہش کی تسکین کے لئے
دوسروں کی جان لینے یا ان کو تکلیف پہنچانے کا حق نہیں ہے۔ زنا اور

واطت کو بھی حرام کیا ہے۔ کیونکہ یہ افعال ایک طرف خود اس شخص کی
صحت کو خراب اور اسکے اخلاق کو گندہ کرتے ہیں۔ جو انکا ارتکاب کرتا ہے۔ اور
دوسری طرف اس سے تمام سوسائٹی میں بے حیائی اور بد اخلاقی پھیلتی ہے،
گندی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، نسلیں خراب ہوتی ہیں، فتنے برپا ہوتے ہیں،
انسانی تعلقات بگڑتے ہیں اور تہذیب و تمدن کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

یہ تو وہ پابندیاں ہیں جو شریعت نے اس غرض کے لئے لگائی ہیں
کہ ایک شخص اپنے نفس اور جسم کے حقوق ادا کرنے کے لئے دوسروں
کے حقوق تلف نہ کرے۔ مگر انسانی تمدن اور ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے
صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو نقصان نہ
پہنچائے بلکہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں کے باہمی تعلقات اس
طرح قائم کئے جائیں کہ وہ سب ایک دوسرے کی بہتری میں مددگار ہوں
اس غرض کے لئے شریعت نے جو قوانین بنائے ہیں ان کا محض ایک
خلاصہ ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

انسانی تعلقات کی ابتداء خاندان سے ہوتی ہے اس لئے سب سے
پہلے اس پر نظر ڈالو۔ خاندان دراصل اس مجموعہ کو کہتے ہیں۔ جو شوہر بیوی
اور بچوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے لئے اسلامی قاعدہ یہ ہے کہ روزی کمانا
اور خاندان کی ضروریات مہیا کرنا اور اپنے بیوی، بچوں کی حفاظت کرنا مرد کا
فرض ہے اور عورت کا فرض یہ ہے کہ مرد جو کچھ کما کر لائے اس سے وہ گھر
کا انتظام کرے۔ شوہر اور بچوں کو زیادہ سے زیادہ آسائش بہم پہنچائے اور

بچوں کی تربیت کرے۔ اور بچوں کا فرض یہ ہیکہ ماں باپ کی اطاعت کریں
ان کا ادب ملحوظ رکھیں اور جب بڑے ہوں تو ان کی خدمت کریں۔ خاندان
کے اس انتظام کو درست رکھنے کے لئے اسلام نے دو تدبیریں اختیار کی ہیں
ایک یہ کہ مرد کو گھر کا حاکم مقرر کر دیا ہے کیونکہ جس طرح ایک شہر کا انتظام
ایک حاکم کے بغیر اور ایک مدرسہ کا انتظام ایک ہیڈ ماسٹر کے بغیر درست
نہیں رہ سکتا اسی طرح ایک گھر کا انتظام بھی ایک حاکم کے بغیر درست نہیں
رہ سکتا۔ جس گھر میں ہر ایک اپنی مرضی کا مختار ہوگا اس میں خواہ مخواہ
افراتفری مچے گی۔ آسائش اور خوشی نام کو نہ رہے گی، شوہر ایک طرف
تشریف لے جائیں گے بیوی دوسری طرف کا راستہ لیں گی اور بچوں کی مٹی
پلید ہوگی۔ ان سب خرابیوں کو دور کرنے کے لئے گھر کا ایک حاکم ہونا
ضروری ہے۔ اور وہ مرد ہی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ گھر والوں کی پرورش اور
حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ دوسری تدبیر یہ ہیکہ گھر سے باہر کے سب کاموں کا
بوجھ مرد پر ڈال کر عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بلا ضرورت گھر سے باہر نہ
جائے۔ بیرون خانہ کے فرائض سے اس کو اسی لئے سبکدوش کیا گیا ہے کہ وہ
سکون کے ساتھ اندرون خانہ کے فرائض انجام دے اور اس کے باہر نکلنے
سے گھر کی آسائش اور بچوں کی تربیت میں خلل نہ واقع ہو۔ اس کا مطلب یہ
نہیں کہ عورتیں بالکل گھر سے باہر قدم نہ نکالیں۔ ضرورت پیش آنے پر
ان کو جانے کی اجازت ہے۔ مگر شریعت کا منشاء یہ ہیکہ ان کے فرائض کا
اصلی دائرہ ان کا گھر ہونا چاہئیے اور ان کی تمام تر توجہ گھر کی زندگی کو بہتر
بنانے پر صرف ہونی چاہئیے۔

خون کے رشتوں اور شادی بیاہ کے تعلقات سے خاندان کا دائرہ پھیلتا ہے۔ اس دائرے میں جو لوگ ایک دوسرے سے وابستہ ہوتے ہیں ان کے تعلقات کو درست رکھنے اور ان کو ایک دوسرے کا مددگار بنانے کے لئے شریعت نے مختلف قاعدے مقرر کئے ہیں جو بڑی حکمتوں پر مبنی ہیں ان میں سے چند قاعدے یہ ہیں۔

۱۔ جن مردوں اور عورتوں کو فطرۃً ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل کر رہنا پڑتا ہے۔ ان کو ایک دوسرے کے لئے حرام کر دیا ہے۔ مثلاً ماں اور بیٹا، باپ اور بیٹی، سوتیلا باپ اور سوتیلی بیٹی، سوتیلی ماں اور سوتیلا بیٹا بھائی اور بہن، دودھ شریک بھائی اور بہن، چچا اور بھتیجی، پھوپی اور بھتیجا، ماموں اور بھانجی، خالہ اور بھانجا، ساس اور داماد، خسر اور بہو۔ ان رشتوں کو حرام کرنے کے بے شمار فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ ہیکہ ایسے مردوں اور عورتوں کے تعلقات نہایت پاک رہتے ہیں اور وہ خالص محبت کے ساتھ بے لوث اور بے تکلف ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں۔

۲۔ حرام رشتوں کے علاوہ کنبے کے دوسرے مردوں اور عورتوں کے درمیان شادی بیاہ کو جائز کر دیا گیا ہے تاکہ آپس کے تعلقات اور زیادہ بڑھیں۔ جو لوگ ایک دوسرے کی عادتوں اور خصلتوں سے واقف ہوتے ہیں ان کے درمیان شادی بیاہ کا تعلق زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔ اجنبی گھرانوں میں جوڑ لگانے سے اکثر ناموافقت کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لئے اسلام میں کفو والے کو غیر کفو پر ترجیح دی گئی ہے۔

۳۔ کنبے میں غریب اور امیر، خوش حال اور بد حال سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اسلام کا حکم یہ ہیکہ ہر شخص پر سب سے زیادہ حق اس کے رشتہ داروں کا ہے۔ اس کا نام شریعت کی زبان میں صلہ رحمی ہے۔ جس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ رشتہ داروں سے بے وفائی کرنے کو قطع رحمی کہتے ہیں اور یہ اسلام میں بہت بڑا گناہ ہے۔ کوئی قرابت دار مفلس ہو یا اس پر کوئی مصیبت آئے تو خوش حال عزیزوں کا فرض ہے کہ اس کی مدد کریں زکواۃ اور خیرات میں بھی خاص طور پر رشتہ داروں کا حق مقرر کیا گیا ہے۔

۴۔ وراثت کا قانون بھی اسی طرح بنایا گیا ہے کہ جو شخص کچھ مال چھوڑ کر مرے۔ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ بہر حال ایک جگہ سمٹ کر نہ رہ جائے بلکہ اس کے رشتہ داروں کو تھوڑا یا بہت حصہ پہنچ جائے۔ بیٹا، بیٹی، شوہر باپ، ماں، بھائی، بہن، انسان کے سب سے زیادہ قریبی حق دار ہیں اس لئے وراثت میں پہلے انہی کے حصے مقرر کئے گئے ہیں یہ اگر نہ ہوں تو ان کے بعد جو رشتہ دار قریب تر ہوں ان کو حصہ پہنچتا ہے اور اس طرح ایک شخص کے مرنے کے بعد اس کو چھوڑی ہوئی دولت بہت سے عزیزوں کے کام آتی ہے۔ اسلام کا یہ قانون دنیا میں بے نظیر قانون ہے اور اب دوسری قومیں بھی اس کی نقل کر رہی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمان اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے اکثر اس قانون کی خلاف ورزی کرنے لگے ہیں۔ خصوصاً لڑکیوں کا حصہ نہ دینے کی رسم ہندوستان کے مسلمانوں میں بہت پھیلی ہوئی ہے حالانکہ یہ ایک بڑا ظلم اور قرآن کے صریح احکام کی مخالفت ہے۔

خاندان کے بعد انسان کے تعلقات اپنے دوستوں، ہمسایوں، اہل محلہ، اہل شہر اور ان لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں جن سے اس کو کسی نہ کسی طرح کے معاملات پیش آتے ہیں۔ اسلام کا حکم یہ ہیکہ ان سب کے ساتھ راست بازی، انصاف اور حسن اخلاق برتو کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ، کسی کی دل آزاری نہ کرو فحش گوئی، اور بد کلامی سے بچو، ایک دوسرے کی مدد کرو، بیماروں کی عیادت کے لئے جاؤ۔ کوئی مرجائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو، کسی پر مصیبت آئے تو اس کے ساتھ ہمدردی کرو، جو غریب محتاج معذور لوگ ہوں ان کو ڈھانک چھپا کر مدد پہنچاؤ، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرو۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، ننگوں کو کپڑا پہناؤ۔ بیکاروں کو کام سے لگانے میں مدد دو، اگر تم کو خدا نے دولت دی ہے تو اس کو صرف اپنے عیش میں نہ اڑادو۔ چاندی سونے کے زیور اور برتن استعمال کرنا اور ریشمی لباس پہننا اور اپنے روپئے کو فضول تفریحوں اور آسائیشوں میں ضائع کرنا، اسی لئے اسلام میں ممنوع ہے کہ جو دولت ہزاروں بندگان خدا کو رزق بہم پہنچا سکتی ہے اسے کوئی شخص اپنے ہی اوپر خرچ کردے۔ یہ ایک ظلم ہے کہ جس روپے سے بہتوں کے پیٹ پل سکتے ہیں۔ وہ محض ایک زیور کی شکل میں تمھارے جسم پر لٹکا رہے، یا ایک برتن کی شکل میں تمھاری میز پر سجا کرے، یا ایک قالین بنا ہوا تمھارے کمرے میں پڑا رہے، یا آتش بازی بن کر آگ میں جل جائے۔ اسلام تم سے تمھاری دولت چھیننا نہیں چاہتا جو کچھ تم نے کمایا ہے۔ یا ورثہ میں پایا ہے اس کے مالک تم ہی ہو وہ تمھیں اس بات

کا پورا حق دیتا ہیکہ اپنی دولت سے لطف اٹھاؤ وہ اسکو بھی جائز رکھتا ہے کہ جو نعمت خدا نے تم کو دی ہے۔ اسکا اثر تمھارے لباس اور مکان اور سواری میں ظاہر ہو۔ مگر اسکی تعلیم کا مقصد یہ ہیکہ تم ایک سادہ اور معتدل زندگی اختیار کرو۔ اپنی ضرورتوں کو حد سے نہ بڑھاؤ اپنے نفس کیساتھ اپنے عزیزوں، دوستوں، ہمسایوں اور اپنی قوم والوں کے حقوق کا بھی خیال رکھو۔

ان چھوٹے دائروں سے نکل کر اب اس بڑے دائرے پر نظر ڈالو۔ جو تمام مسلمان قوم پر حاوی ہے اس بڑے دائرے میں اسلام نے ایسے قوانین اور ضابطے مقرر کیۓ ہیں جن سے مسلمان ایک دوسرے کی بھلائی میں مددگار ہوں اور برائیاں رونما ہونے کی صورتیں جہاں تک ممکن ہو پیدا ہی نہ ہونے دی جائیں مثال کے طور پر ان میں سے چند کی طرف ہم یہاں اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ قومی اخلاق کی حفاظت کے لئے یہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ جن عورتوں اور مردوں کے درمیان حرام رشتے نہیں ہیں وہ ایک دوسرے سے آزادانہ میل جول نہ رکھیں۔ عورتوں کی سوسائٹی الگ رہے اور مردوں کی الگ۔ عورتیں زیادہ تر خانگی زندگی کے فرائض کی طرف متوجہ رہیں۔ اگر ضرورتاً باہر نکلیں تو بناؤ سنگھار کے ساتھ نہ نکلیں۔ سادہ کپڑے پہن کر آئیں۔ جسم کو اچھی طرح ڈھانکیں۔ چہرہ اور ہاتھ اگر کھولنے کی ضرورت نہ ہو تو ان کو بھی چھپائیں اور اگر واقعی کوئی ضرورت پیش آجائے تو صرف اس کو پورا کرنے کے لئے ان کو کھولیں۔ اس کے ساتھ مردوں کو

حکم دیا گیا ہے کہ غیر عورتوں کی طرف دیکھنے سے پرہیز کریں۔ اچانک نظر پڑجائے تو نظر ہٹالیں۔ ان کو دیکھنے کی کوشش کرنا معیوب ہے اور ان سے ملنے کی کوشش معیوب تر۔ ہر مرد اور عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے اخلاق کی حفاظت کرے۔ اور خدا نے خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لئے نکاح کا جو دائرہ مقرر کردیا ہے اس سے باہر نکلنے کی کوشش کیا معنی، خواہش بھی اپنے دل میں نہ پیدا ہونے دے۔

۲۔ قومی اخلاق ہی حفاظت کے لئے یہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ کوئی مرد گھٹنے اور ناف کے درمیان کا حصہ اور کوئی عورت چہرے اور ہاتھ کے سوا اپنے جسم کا کوئی حصہ کسی کے سامنے نہ کھولے خواہ وہ اسکا قریبی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کو شریعت کی زبان میں ستر کہتے ہیں۔ اور اس کا چھپانا ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔ اسلام کا مقصد یہ ہیکہ لوگوں میں حیا کا مادہ پیدا ہو اور وہ بے حیائیاں پھیل نہ سکیں جن سے آخرکار بداخلاقی پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ اسلام ایسی تفریحوں اور مشغلوں کو بھی پسند نہیں کرتا جو اخلاق کو خراب کرنیوالے اور بڑی خواہشات کو ابھارنے والے اور وقت اور صحت اور روپیئے کو ضائع کرنے والے ہوں۔ تفریح بجائے خود نہایت ضروری چیز ہے انسان میں زندگی کی روح اور عمل کی طاقت پیدا کرنے کے لئے کام اور محبت کے ساتھ اس کا ہونا بھی لازم ہے مگر وہ ایسی ہونی چاہئیے۔ جو روح کو تازہ کرنے والی ہو نہ کہ اور زیادہ غلیظ اور کثیف بنانے والی بیہودہ تفریحیں جن میں ہزاروں آدمی ایک ساتھ بیٹھ کر جرائم کے فرضی واقعات

اور بے شرمی کے نظارے دیکھتے ہیں۔ تمام قوم کے اخلاق اور عادات کو بگاڑ دینے والی چیزیں ہیں خواہ بظاہر وہ کیسی ہی خوش گوار کیوں نہ ہوں۔

۴۔ قومی اتحاد اور فلاح و بہبود کے لئے مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ آپس کی مخالفت سے بچیں۔ فرقہ بندی سے پرہیز کریں۔ کسی معاملہ میں اختلاف رائے ہو تو نیک نیتی کے ساتھ قرآن اور حدیث سے اس کا فیصلہ کرنے کی کوشش کریں اگر تصفیہ نہ ہوسکے تو آپس میں لڑنے کے بجائے خدا پر اس کا فیصلہ چھوڑ دیں۔ قومی فلاح اور بہبود کے کاموں میں ایک دوسرے کی معاونت کریں۔ اپنی قوم کے سرداروں کی اطاعت کرتے رہیں جھگڑے برپا کرنے والوں سے الگ ہو جائیں۔ اور آپس کی لڑائیوں سے اپنی طاقت کو برباد اور اپنی قوم کو رسوا نہ کریں۔

۵۔ مسلمانوں کو غیر مسلم قوموں سے علوم و فنون حاصل کرنے اور ان کے کار آمد طریقے سیکھنے کی پوری اجازت ہے۔ مگر زندگی میں ان کی نقالی کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ ایک قوم دوسری قوم کی نقالی اسی وقت کرتی ہے جب وہ اپنی ذلت اور اس کی برتری تسلیم کرلیتی ہے۔ یہ غلامی کی بدترین قسم ہے۔ اپنی شکست کا کھلا ہوا اعلان ہے اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہیکہ نقالی کرنے والی قوم کی تہذیب فنا ہو جاتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر قوموں کی معاشرت اختیار کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ یہ بات معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ کسی قوم کی طاقت اس کے لباس یا اس کی طرز زندگی کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اس کے

علم اور اس کی تنظیم اور اس کی قوت عمل کے سبب سے ہوتی ہے۔ پس اگر طاقت حاصل کرنا چاہتے ہو تو وہ چیزیں لو جن سے قومیں طاقت حاصل کرتی ہیں۔ نہ کہ وہ چیزیں جن سے قومیں غلام ہوتی ہیں اور آخرکار دوسروں میں جذب ہو کر اپنی قومی ہستی کو فنا کر دیتی ہے۔

۶۔ غیر قوموں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں مسلمانوں کو تعصب اور تنگ نظری کی تعلیم نہیں دی گئی ہے۔ ان کے بزرگوں کو برا کہنے اور ان کے مذہب کی توہین کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان سے خود جھگڑا نکالنے کو بھی روکا گیا ہے۔ وہ اگر ہمارے ساتھ صلح اور آشتی رکھیں اور ہمارے حقوق پر دست درازی نہ کریں تو ہم کو بھی ان کے ساتھ صلح رکھنے اور دوستی کا برتاؤ کرنے اور انصاف کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ہماری قومی شرافت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم سب سے بڑھ کر انسانی ہمدردی اور خوش اخلاقی برتیں کج خلقی اور ظلم اور تنگ دلی مسلمان کی شان سے بعید ہے مسلمان دنیا میں اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ حسنِ اخلاق اور شرافت اور نیکی کا بہترین نمونہ بنے اور اپنے اصولوں سے دلوں کو تسخیر کرے۔

تمام مخلوقات کے حقوق۔ اب ہم مختصراً چوتھی قسم کے حقوق بیان کریں گے۔ خدا نے اپنی بے شمار مخلوق پر انسان کو اختیارات عطا کئے ہیں۔ انسان اپنی قوت سے ان کو تابع کرتا ہے ان سے کام لیتا ہے ان سے فائدہ اٹھاتا ہے بالاتر مخلوق ہونے کی حیثیت سے اس کو ایسا کرنے کا پورا حق

حاصل ہے۔ مگر اس کے مقابلے میں ان چیزوں کے حقوق بھی انسان پر ہیں اور وہ حقوق یہ ہیں کہ انسان ان کو فضول ضائع نہ کرے ان کو بلا ضرورت نقصان یا تکلیف نہ پہنچائے۔ اپنے فائدے کے لئے ان کو کم سے کم اتنا نقصان پہونچائے جو ضروری ہو اور ان کا استعمال کرنے کے لئے بہتر سے بہتر طریقہ اختیار کرے۔

شریعت میں اس کے متعلق بکثرت احکام بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً جانوروں کو صرف انکے نقصان سے بچنے کیلئے یا صرف غذا کے لئے ہلاک کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور بلا ضرورت کھیل اور تفریح کیلئے انکی جان لینے سے روکا گیا ہے کھانے کے جانوروں کو ہلاک کرنے کے لئے ذبح کا طریقہ مقرر کیا گیا ہے جو حیوان سے مفید گوشت حاصل کرنے کا سب سے زیادہ بہتر طریقہ ہے۔ اس کے سوا جو طریقے ہیں وہ اگر کم تکلیف دہ ہیں تو گوشت کے بہت سے فائدے ان میں ضائع ہو جاتے ہیں اور اگر گوشت کے فائدے محفوظ رکھنے والے ہیں تو ذبح کے طریقے سے زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ اسلام ان دونوں پہلوؤں سے۔ بچنا چاہتا ہے۔ اسلام میں جانوروں کو تکلیف دے دے کر بے رحمی کے ساتھ مارنا سخت مکروہ ہے۔ وہ زہریلے جانوروں اور درندوں کو صرف اس لئے مارنے کی اجازت دیتا ہے کہ انسانی جان ان کی جان سے زیادہ قیمتی ہے مگر انکو بھی عذاب دے کر مارنا جائز نہیں رکھتا۔ جو حیوانات سواری اور باربرداری کے کام آتے ہیں ان کو بھوکا رکھنے اور ان سے سخت مشقت لینے اور ان کو بے رحمی کے ساتھ مارنے پیٹنے سے منع کرتا ہے پرندوں کو خواہ

مخواہ پکڑنا اور قید کرنا بھی مکروہ قرار دیتا ہے۔ جانور تو جانور اسلام اسکو بھی
پسند نہیں کرتا کہ درختوں کو بے فائدہ نقصان پہونچایا جائے۔ تم انکے پھل
پھول توڑ سکتے ہو۔ مگر انہیں خواہ مخواہ برباد کرنے کا تمھیں کوئی حق نہیں ہے
۔ نباتات تو پھر بھی جان رکھتے ہیں۔ اسلام کسی بے جان چیز کو بھی فضول ضائع
کرنا جائز نہیں رکھتا۔ حتیٰ کہ پانی کو بھی خواہ مخواہ بہانے سے منع کرتا ہے۔

عالمگیری اور دائمی شریعت۔ یہ اسی شریعت کے احکام اور
قوانین کا ایک بہت ہی سرسری خلاصہ ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذریعہ سے تمام دنیا کیلئے اور ہمیشہ کے لئے بھیجی گئی ہے اس شریعت میں
انسان اور انسان کے درمیان۔ بجز عقیدے اور عمل کے کسی اور چیز کی بناء پر
فرق نہیں کیا گیا۔ جن مذہبوں اور شریعتوں میں نسل اور ملک اور رنگ
کے لحاظ سے انسانوں میں امتیاز کیا گیا ہے وہ کبھی عالمگیر نہیں ہو سکتیں کیونکہ
ایک نسل کا انسان دوسری نسل کا انسان نہیں بن سکتا۔ نہ ساری دنیا سمٹ
کر ایک ملک میں سما سکتی ہے۔ نہ حبشی کی سیاہی اور چینی کی زردی اور فرنگی
کی سپیدی کبھی بدل سکتی ہے۔ اسلئے اس قسم کے مذہب اور قوانین لازمی
طور پر ایک ہی قوم میں رہتے ہیں ان کے مقابلے میں اسلام کی شریعت ایک
عالمگیر شریعت ہے۔ کیونکہ ہر شخص جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ پر
ایمان لائے وہ اس شریعت کی رو سے مسلمانوں کی قوم میں بالکل مساوی
حقوق کے ساتھ داخل ہو سکتا ہے۔ یہاں نسل زبان ملک۔ وطن رنگ کسی چیز
کا بھی کوئی امتیاز نہیں۔

پھر یہ شریعت ایک دائمی شریعت بھی ہے۔ کیونکہ اسکے قوانین کسی مخصوص قوم اور مخصوص زمانے کی رسم و رواج پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ اس فطرت کے اصول پر مبنی ہیں جس پر انسان پیدا کیا گیا ہے۔ جب وہ فطرت ہر زمانے اور ہر حال میں قائم ہے تو وہ قوانین بھی ہر زمانے اور ہر حال میں قائم رہنے چاہئیں جو اس پر مبنی ہوں۔

● الفاظ اور انکے معنی

حقوق = حق کی جمع

مخلوقات = دنیا اور دنیا کی چیزیں　　دائمی = ہمیشگی

ضابطہ = قاعدہ۔ قانون　　سماعت = سننا

جنس = چیزیں　　نباتات = پورے بنتے

ضائع کرنا = برباد کرنا　　لواطت = اغلام

فحش گوئی = بدکلامی　　ممنوع = منع کیا گیا

معتدل = اعتدال والا　　کثیف = گاڑھا

معاونت = مدد　　مغلوب = ہارا ہوا

● سوالات

سوال۔۱ شریعت کے اصول کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں لکھئیے ؟

سوال۔۲ حقوق کی کتنی قسمیں ہیں لکھئیے ؟

سوال۔۳ خدا کے حقوق کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں لکھئیے ؟

سوال۔۴ نفس کے حقوق کے بارے میں تحریر کیجئیے ؟

سوال۔۵ بندوں کے حقوق کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں لکھئیے ؟

سوال۔۶ قومی اخلاق کی حفاظت کیلئے کیا قاعدے مقرر کئے گئے ہیں ؟

سوال۔۷ قومی اتحاد اور فلاح و بہبود کے لئے مسلمانوں کو کیا تاکید کی گئی ہے ؟

سوال۔۸ غیر مسلموں کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہئیے ؟

دینی معلومات

(کوئز)

سوال۔۱ لفظ اسلام کے معنیٰ کیا ہیں؟
جواب اسلام کے معنیٰ عربی زبان میں اطاعت و فرمانبرداری کے ہیں

سوال۔۲ مذہب اسلام کا نام "اسلام" کیوں رکھا گیا ہے؟
جواب مذہب اسلام کا نام "اسلام" اس لئے رکھا گیا ہیکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔

سوال۔۳ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ تمام نیک اعمال کی بنیاد کیا ہے؟
جواب ایمان

سوال۔۴ وہ کونسی چیز ہے جسکے بغیر کوئی عبادت اور نیکی قبول نہیں ہوتی؟
جواب ایمان

سوال۔۵ بتائیے ایمان کا مطلب کیا ہے؟
جواب کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کے مفہوم اور مطلب کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا۔

سوال۔۶ کلمہ طیبہ کیا ہے؟

جواب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمدؐ اللہ کے رسول ہیں)۔

سوال۔۷ بتائیے کلمہ شہادت کیا ہے؟

جواب اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں)

سوال۔۸ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اسلامی عقائد کتنے ہیں؟

جواب چھ

سوال۔۹ بتائیے اسلامی عقائد کون کون سے ہیں؟

جواب ۱۔ خدا کی ذات وصفات پر ایمان لانا۔

۲۔ تقدیر پر ایمان لانا۔

۳۔ فرشتوں پر ایمان لانا۔

۴۔ رسولوں پر ایمان لانا اور ختم نبوت پر یقین رکھنا۔

۵۔ آسمانی کتابوں پر ایمان لانا۔

۶۔ آخرت پر ایمان لانا۔

سوال۔۱۰ اللہ تعالیٰ کے متعلق جن بڑی بڑی باتوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے ان میں سے کچھ بتائیے؟

جواب۔ ۱۔ تمام کائنات کا مالک وخالق ورازق اللہ ہے۔

۲۔ وہ اکیلا اور یکتا ہے نہ اسکی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے

۳۔ وہ سب اختیار و اقتدار کا مالک اور قادر مطلق ہے۔

۴۔ وہ حاضر و ناظر اور سب کچھ دیکھنے سننے اور جاننے والا ہے

۵۔ نفع و نقصان پہنچانا صرف اس کی قدرت میں ہے۔

۶۔ وہ عادل منصف اور یوم جزا کا مالک ہے۔

۷۔ بڑا غفور الرحیم مہربان اور محبت کرنیوالا ہے۔

۸۔ عبادت کے لئے اس کی ذات پاک ہے۔

۹۔ وہ سب صفات کا مالک اور ہر عیب سے پاک ہے۔

سوال۔۱۱ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟

جواب کائنات میں جو بھی خیر و شر ہے یا آئندہ ہونے والا ہے وہ سب خدا کی طرف سے ہے اور ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

سوال۔ ۱۲۔ فرشتوں پر کس طرح ایمان لایا جاتا ہے؟

جواب ۱۔ یہ اللہ کی فرمانبردار مخلوق ہے جو نور سے پیدا کی گئی ہے

۲۔ یہ نہ مرد ہیں اور نہ عورت کھانے پینے اور انسانی ضروریات سے بے نیاز ہیں۔

۳۔ یہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں اور حکم ملتے ہی اس کی تعمیل میں لگ جاتے ہیں۔

سوال۔۱۳ کیا آپ فرشتوں کی صحیح تعداد بتا سکتے ہیں؟

جواب فرشتوں کی صحیح تعداد صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

سوال ۔ ۱۴ بڑے بڑے مشہور اور اللہ کے مقرب فرشتے کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

جواب چار۔ (۱) حضرت جبرائیلؑ (۲) حضرت اسرافیلؑ

(۳) حضرت عزرائیلؑ (۴) حضرت میکائیلؑ

سوال ۔ ۱۵ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اللہ پاک نے چاروں مقرب فرشتوں کے سپرد کون کون سے فرائض کر رکھے ہیں؟

جواب ۔ (۱) حضرت جبرائیلؑ :۔ یہ خدا کی کتابیں اور اس کے احکام و پیغام نبیوں کے پاس لاتے تھے ۔ اب انکا کام ختم ہوگیا ۔ کیونکہ نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا ۔

(۲) حضرت اسرافیلؑ :۔ یہ قیامت کے روز صور (بگل) پھونکیں گے ۔

(۳) حضرت میکائیلؑ :۔ یہ بارش کا انتظام کرنے اور خلق کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں ۔

(۴) حضرت عزرائیلؑ :۔ یہ مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں

سوال ۔ ۱۶ بتائیے کراماً کاتبین کون ہیں؟

جواب دو فرشتے جو ہر انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں ایک اچھے اعمال لکھتا ہے دوسرا اس کے برے اعمال لکھتا ہے ۔

سوال ۔۱۷ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ قبر میں رکھے جانے کے بعد میت سے سوال پوچھنے والے کون ہوتے ہیں اور کون کون سے سوال پوچھتے ہیں؟

جواب منکر نکیر۔ جو یہ سوالات پوچھتے ہیں۔

۱۔ تیرا رب کون ہے۔ ۲۔ تیرا دین کیا ہے۔ ۳۔ حضور اکرمؐ کے تعلق سے پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں۔

سوال ۔۱۸ رسولوں پر ایمان کا کیا مطلب ہے؟

جواب خدا کے بندوں تک اپنے احکام و پیغام پہنچانے کے لئے اپنے چند خاص اور پیارے بندے مقرر کئے ہیں انہیں نبی۔ پیغمبر اور رسول کہتے ہیں (حضرت محمدؐ کے بعد نبیوں کا آنا بند ہوگیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین مکمل ہو چکا ہے اور آپؐ خاتم النبیین ہیں)۔

سوال ۔۱۹ رسولوں کے متعلق چند ضروری باتیں بتائیے؟

جواب ۱۔ رسول نبی اور پیغمبر انسان ہوتے ہیں۔ فرشتے۔ جن یا دوسری مخلوق نہیں ہوتے۔

۲۔ وہ اللہ کا پیغام ٹھیک لوگوں تک پہنچاتے اور اس پر عمل کر کے دکھاتے ہیں۔

۳۔ آدمی اپنی کوشش سے رسول نہیں بن سکتا اللہ پاک اپنی مرضی سے جس کو چاہتے ہیں رسول مقرر کرتے ہیں۔

۴۔ رسول ہر زمانے۔ ہر قوم اور ہر ملک میں آئے ہیں۔

۵۔ مسلمان تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

۶۔ قرآن مجید میں صرف ۲۲ پیغمبروں کے مبارک نام ہیں اصل تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

۷۔ تمام نبی سچے ہیں۔

۸۔ حضرت محمدؐ آخری نبی ہیں اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ آپ کی نبوت رہتی دنیا تک کیلئے اور تمام جہانوں کے لئے ہے۔

۹۔ رسول کی اطاعت دراصل خدا کی اطاعت ہے اور رسول کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ رسول کی ذات پاک میں ہمارے لئے مکمل نمونہ موجود ہے جسکی تابعداری کی جائے

۱۰۔ حضرت محمدؐ پر درود بھیجنا اور انکے لئے خدا سے دعا کرنا ضروری ہے۔

سوال۔۲۰ اسلام کے کتنے اور کون کون سے رکن ہیں؟

جواب پانچ۔ (۱) کلمہ طیبہ یعنی توحید پر ایمان۔ (۲) اقامت صلواۃ (نماز قائم کرنا)۔ (۳) زکواۃ ادا کرنا۔ (۴) رمضان شریف کے روزے رکھنا۔ (۵) حج کرنا۔

سوال۔۲۱ آسمانی کتابیں کتنی ہیں اور ان پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

جواب مشہور اور بڑی بڑی آسمانی کتابیں چار ہیں۔

(۱) توریت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۲) زبور۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۳) انجیل۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۴) قرآن مجید۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا

(سوائے قرآن مجید کے کوئی بھی کتاب اپنی اصل حالت میں نہیں رہی ہے) انکو اللہ کی نازل کردہ کتابیں ماننا ایمان کا جزہے

سوال۔ ۲۲ آخرت پر ایمان سے کیا مراد ہے وضاحت کریں؟

جواب مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوکر اللہ پاک کے دربار میں اپنے اعمال کی جواب دہی کیلئے پیش ہونا ہے۔

سوال۔ ۲۳ بتائیے مرنے سے لیکر اللہ کے دربار میں پیشی تک کیا ہوگا؟

جواب (۱) قبر میں منکر نکیر پوچھیں گے تیرا رب کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ تیرا نبی کون ہے۔

(۲) اگر عمل اچھے ہونگے تو قبر میں آرام ہوگا۔ اگر برے ہونگے تو دکھ ہوگا۔

(۳) قیامت کے دن دنیا کا یہ نظام بدل جائے گا یہ دن سخت ہولناک ہوگا۔

(۴) قیامت کے دن تمام انسان خدا کے حضور پیش کیے جائینگے۔

(۵) نیک لوگوں کے چہرے روشن اور بدکاروں کے سیاہ ہونگے۔

(۶) نیکوں کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں اور بروں کا بائیں ہاتھ میں ہوگا۔

(۷) اللہ پاک ہر کسی کے اعمال کا حساب لیکر انہیں جنت یا دوزخ جانے کا حکم دیں گے۔

(۸) نیک لوگ جنت میں جائیں گے جہاں ہر طرح کی لازوال نعمتیں ہونگی اور برے لوگ جہنم میں جائیں گے جہاں ہرطرح کے عذاب ہونگے۔

(۹) مرنے کے بعد توبہ کی گنجائش نہیں (اس لئے مرنے سے پہلے توبہ کر کے نیک اعمال کرنے چاہئیے)۔

(۱۰) مرنے سے لے کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیشی تک کا زمانہ برزخ کہلاتا ہے۔ اسکی تفصیل قرآن مجید اور احادیث شریف سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

سوال۔ ۲۴ توحید کسے کہتے ہیں؟

جواب اللہ پاک کو وحدہ لاشریک سمجھنا یعنی کوئی بھی اللہ پاک کی ذات یا صفات میں بااختیار واقتدار میں ذرہ بھر بھی شریک یا ساجھی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز اللہ پاک کی مثل یا اس کی طرح ہے۔

سوال۔ ۲۵ بتائیے شرک کیا ہے؟

جواب توحید کی ضد شرک ہے یعنی کسی بھی مخلوق کو کسی صفت یا

معاملہ میں پورا یا تھوڑا بہت خدا کے برابر یا اس کی مثل سمجھنا اس کی عبادت کرنا یا اسے حاجت روا سمجھنا وغیرہ۔

سوال۔۲۶ اقتدا کس کو کہتے ہیں؟

جواب امام کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھنے کو اقتدا کہتے ہیں۔

سوال۔۲۷ مقتدی کون ہوتا ہے؟

جواب۔ امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے کو مقتدی کہتے ہیں۔

سوال۔۲۸ یوم عرفہ اور یوم نحر کون سے ہیں؟

جواب ۹/ ذوالحجہ یوم عرفہ ہے اور ۱۰/ ذولجہ نحر ہے۔

سوال۔ ایصال ثواب سے کیا مراد ہے؟

جواب اپنے نیک اعمال۔ مالی اور بدنی عبادت کا اجروثواب کسی میت کو پہنچانا یعنی خدا سے دعا کرنا کہ میری عبادت یا نیک عمل کا ثواب فلاں شخص کو پہنچے۔ اسے ایصال ثواب کہتے ہیں۔

سوال۔۳۰ سترہ کسے کہتے ہیں؟

جواب نمازی اگر کسی ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو۔ جہاں سامنے سے لوگ گزرتے ہیں تو مستحب یہ ہیکہ وہ اپنے سامنے آڑ کرنے کیلئے کوئی اونچی چیز کھڑی کرے اسے سترہ کہتے ہیں۔

سوال۔۳۱ صلواۃ قصر کسے کہتے ہیں؟

جواب مسافر کے نماز ظہر۔ عصر اور عشاء میں چار رکعت فرض کی بجائے دو رکعت پڑھنے کو صلواۃ قصر کہتے ہیں (یہ مسافر کے لئے اللہ کی طرف سے رعایت ہے)

سوال ۔ ۳۲ بتائیے کہ اسلام میں جن راتوں کو بابرکت کہا گیا ہے ان میں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب عبادت کرنا۔ گناہوں سے معافی کی دعا کرنا۔ نفل پڑھنا قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔ نعت اور درود شریف پڑھنا۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا۔ آخرت کی فکر کرنا۔ رات کا زیادہ حصہ جاگ کر عبادت میں گزارنا۔

سوال ۔ ۳۳ کون سے پیغمبر انسانوں کے علاوہ جنوں پر بھی حکومت کرتے تھے؟

جواب حضرت سلیمان علیہ السلام۔

سوال ۔ ۳۴ بتائیے کن دو پیغمبروں کو قرآن مجید میں خلیفہ کے نام سے پکارا گیا؟

جواب حضرت آدمؑ اور حضرت داؤدؑ۔

سوال ۔ ۳۵ ختنہ۔ استنجا۔ مسواک اور ناک کو پانی سے صاف کرنا کس پیغمبر کی یادگار ہے؟

جواب حضرت ابراہیمؑ کی۔

سوال ۔ ۳۶ اعراف اور برزخ سے کیا مراد ہے؟

جواب اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان اس جگہ کا نام ہے جہاں وہ لوگ رہیں گے جن کے اعمال (اچھے اور برے) برابر ہونگے۔ اور برزخ سے مراد عالم ارواح ہے۔

سوال۔۳۸ بتائیے زمین پر سب سے پہلا درخت کس پھل کا تھا؟

جواب کھجور کا۔

سوال۔۳۹ بتائیے سب سے پہلے نعرہ تکبیر کس پیغمبر نے لگایا تھا؟

جواب حضرت آدمؑ نے۔

سوال۔۴۰ نماز کے لئے اذان کی تجویز سب سے پہلے کس نے پیش کی؟

جواب حضرت عمر فاروقؓ نے۔

سوال۔۴۱ بتائیے گناہ کبیرہ میں سے کون سے تین گناہ ایسے ہیں کہ اگر نیکی بھی کی جائے تو قبول نہیں ہوتی؟

جواب ۱۔ شرک ۲۔ والدین کی حق تلفی ۳۔ میدان جنگ سے فرار۔

سوال۔۴۲ گنبد خضرا کسے کہتے ہیں؟

جواب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر تعمیر شدہ قبہ کو جو آپؐ کے وصال کے تقریباً سات سو سال بعد یعنی ۶۷۸ھ میں منصور بن قلاوون صالحی (بادشہ مصر) نے کمال احمد بن برہان عبدالقوی کے مشورے سے بنوایا تھا۔ جس میں حسن بن محمد قلاوون نے اور بعد ازاں ۷۶۵ھ میں شعبان بن حسین بن محمد نے اضافے کئے۔

سوال۔۴۳ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ مشہور آسمانی کتابیں کون کونسی زبانوں میں نازل ہوئی ہیں؟

جواب توریت عبرانی میں۔ انجیل سریانی میں۔ زبور سریانی میں اور قرآن پاک عربی میں۔

سوال۔ ۴۴ بتائیے چار مشہور کتابیں کس ماہ میں نازل ہوئی تھیں؟

جواب ماہ رمضان المبارک میں۔

سوال۔ ۴۵ استلام کیا ہے؟

جواب حجراسود کو بوسہ دینے کا نام استلام ہے۔

سوال۔ ۴۶ کپڑے بننے کی صنعت میں کون سے پیغمبر منسلک تھے؟

جواب حضرت آدمؑ۔ حضرت شیثؑ۔ حضرت ادریسؑ۔

سوال۔ ۴۷ بتائیے کن پیغمبروں نے بکریاں چرائی تھیں؟

جواب۔ حضرت یعقوبؑ۔ حضرت اسحٰقؑ۔ حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

سوال۔ ۴۸ آپ اس ہستی کا نام بتائیے جس کے قبول اسلام پر کفار نے پہلی بار محسوس کیا کہ تحریک اسلامی زور پکڑ گئی ہے؟

جواب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ۔

سوال۔ ۴۹ کیا آپ اس پہلے شہید جنتی کا نام بتا سکتے جس نے نہ کوئی نماز پڑھی اور نہ ہی روزہ رکھا؟

جواب اصیرمؓ (بنی عبدالاشہل) غزوہ عہد کے روز ایمان لاکر سیدھے شریک جہاد ہوئے اور شہادت پائی۔

سوال۔ ۵۰ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سا پہلا اظہار فخر تھا جو حضورؐ کی نگاہ میں مقبول ٹھہرا؟

جواب احد میں ابودجانہؓ کا حضورؐ کی تلوار لیکر اکڑ کر چلنا۔

سوال۔۵۱ اسلام میں پہلا حج کب ہوا؟

جواب ۹ھ میں

سوال۔۵۲ حضور کی طرف سے مدینہ میں مقرر کردہ پہلے قائم مقام حاکم کون تھے؟

جواب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سوال۔۵۳ کعبۃ اللہ میں سب سے پہلی اذان کب اور کس نے دی؟

جواب فتح مکہ ۸ھ کے موقع پر حضرت بلالؓ نے۔

سوال۔۵۴ فتح مکہ کے موقع پر سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے شخص کا نام بتائیے؟

جواب ابو سفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سوال۔۵۵ قرآن مجید میں زکواۃ کا ذکر کتنی مرتبہ آیا ہے؟

جواب ۳۲ مرتبہ نماز کے ساتھ۔

سوال۔۵۶ بتائیے زکوٰاۃ کس سن میں فرض ہوئی۔

جواب ۳ھ میں۔

سوال۔۵۷ بتائیے سود کس سن میں حرام ہوا؟

جواب ۹ھ میں فتح مکہ کے بعد۔

سوال۔۵۸ قرآن مجید میں کتنے مقامات پر خیرات کی تاکید کی گئی ہے؟

جواب ۱۵ مقامات پر۔

سوال۔ ۵۹ بتائیے روزے کب فرض کیے گئے؟

جواب۔ ۲ ھ میں۔

سوال۔ ۶۰ حضرت یونسؑ کو نگلنے والی مچھلی کونسی قسم سے تھی؟

جواب شارک۔

سوال۔ ۶۱ حضرت یعقوبؑ کا لقب بتائیے؟

جواب اسرائیل۔

سوال۔ ۶۲ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

جواب ہر نبی پیغمبر ہوتا۔ جبکہ رسول نئی شریعت اور کتاب ساتھ لاتا ہے۔

سوال۔ ۶۳ بتائیے حضرت نوحؑ نے کتنے عرصہ تک تبلیغ کی؟

جواب ۹۵۰ برس تک۔

سوال۔ ۶۴ بتائیے قرآن نے نفس کی کتنی قسمیں بیان کی ہیں؟

جواب پانچ۔ (۱) نفس لوامہ۔ (۲) نفس امارہ۔ (۳) نفس مطمئنہ۔ (۴) نفس مرضیہ۔ (۵) نفس راضیہ۔

سوال۔ ۶۵ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ نماز کی فرضیت کب ہوئی؟

جواب شب معراج میں ۱۲ نبوی میں۔

سوال۔ ۶۶ نماز جنازہ کی تین ضروری شرائط بتائیے؟

جواب ۱۔ میت کا مسلمان ہونا۔ ۲۔ میت کا پاک وصاف ہونا۔ ۳۔ میت کا سامنے موجود رہنا۔

سوال۔ ۶۷ بتائیے قرآن پاک کی آخری وحی کب نازل ہوئی اور اسے کس نے لکھا؟

جواب ۳/ ربیع الاول ۱۱ھ ۔ حضرت ابی بن کعب ؓ۔

سوال۔ ۶۸ بتائیے روزہ دار جنت میں کس دروازے سے داخل ہونگے؟

جواب باب الریان سے۔

سوال۔ ۶۹ حضرت آدم ؑ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے زمین پر کونسی مخلوق آباد تھی؟

جواب۔ جنات کی۔

سوال۔ ۷۰ علم نجوم کے ماہر پیغمبر کا نام بتائیے؟

جواب حضرت ادریس علیہ السلام۔

سوال۔ ۷۱ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ سید الایام کون سا دن ہے؟

جواب جمعہ کا دن۔

سوال۔ ۷۲ بتائیے حضور ؐ نے اپنی تمام احادیث لکھنے کا حکم کسے دیا تھا؟

جواب حضرت عبداللہ بن عمرو ابن خاص ؓ۔ رافع ابن خدیج ؓ۔

سوال۔ ۷۳ حضور اکرم ؐ نے اپنی احادیث کے لکھنے والوں کو کس بات کی بشارت دی ہے؟

جواب مغفرت کی۔

سوال۔ ۷۴ سب سے پہلے امام حدیث کا نام بتائیے؟

جواب امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری ؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق (القرآن سورہ النحل ۹۶،۱۶)

ترجمہ۔ (جو تمہارے پاس ہے ختم ہوجائیگا۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے)

WHAT IS WITH YOU MUST VANISH (FADE IN NO TIME)
WHAT IS WITH ALLAH WILL ENDURE FOR EVER 16 : 96

یہ جملہ کتب رسالۂ دینیات

ہمارے آقا۔ رحمت اللعلمین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ اقدس میں

بطور نذرانہ عقیدت بصد احترام پیش کرتے ہیں

اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسکے پڑھنے والے بڑے چھوٹے جملہ افراد خاندان کو بطفیل محمدؐ و آل محمدؐ و اصحابہم۔ دین اسلام اور شریعت مطہرہ پر قائم رہنے اور نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس کار خیر اور بنیادی دینی تعلیم اور عقائد صحیحہ سے نونہالان امت کی واقفیت کیلئے "آئی ہرک" کے اغراض و مقاصد کے تحت جناب محمد عمر علی خان صاحب نائب صدر نشین کی کوششیں اور رسالۂ دینیات کی فراہمی و ترغیب پر

میسرس نمرہ کنسٹرکشنس (پی) لمیٹڈ۔ صوفی بلڈنگ۔ بنجارہ ہلز۔ حیدرآباد

نے جو مالی تعاون فرمایا ہے اس پر انتظامیہ ان اصحاب خیر کا شکریہ ادا کرتا ہے اور دعا کرتا ہیکہ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت اور ان کے مرحومین کی مغفرت فرمائے اور داخل حسنات فرمائے۔

بجاہ سید المرسلین وآلہ ولطیبین الطاہرین واصحابھم اجمعین الیٰ یوم الدین۔

دعائے خیر کے ساتھ

بلا ہدیہ نذر ہے

اسلامک ہسٹری اینڈ ریسرچ کونسل

رجسٹرڈ نمبر 2180/1991 حیدرآباد۔ انڈیا۔

Ph : 519106 - 599402

اسلامک ہسٹری اینڈ ریسرچ کونسل انڈیا (آئی ہرک) ایک دینی۔ علمی۔ سماجی خدمات اور تحقیقی مقاصد کا حامل ادارہ ہے جسے ۱۹۹۱ء میں قائم کیا گیا۔

★ آئی ہرک کے اغراض و مقاصد ★

۱۔ ملت اسلامیہ کے ہر شعبہ حیات میں بے غرض خدمات۔

۲۔ نونہالان امت کیلئے ضروری دینی تعلیم کی غرض سے مکتب و مدارس کا قیام۔

۳۔ تعلیم بالغان و تعلیم نسوان کیلئے ترغیبی مہم۔ ۴۔ اسلامی مخطوطات کی تحقیق و اشاعت۔

۵۔ اسلامی موضوعات پر مذاکرات۔ مباحث اور موضوعاتی جلسوں کا انعقاد۔

۶۔ تاریخ اسلام پر توسیعی لکچرس کا اہتمام۔

۷۔ فرائض اسلام سے متعلق خصوصی مذاکرات کا بہ پابندی انعقاد۔

۸۔ اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں اسلامی مواد بذریعہ تحریر و تقریر پیش کیا جانا۔

۹۔ ریسرچ سنٹر کا قیام۔ اسلامی موضوعات پر کتب۔ کتابچوں اور ورقیوں کی اشاعت کا نظم۔

۱۰۔ سیرت لائبریری کا قیام۔ ۱۱۔ نماز۔ روزہ۔ زکواۃ اور حج سے متعلق خصوصی مواد کی اشاعت۔

۱۲۔ ہر سال ماہ صیام میں جڑواں شہر حیدر آباد اور سکندر آباد سے متعلق توسیعی خطابات کا اہتمام۔

۱۳۔ غربا و مساکین کی راحت رسانی کیلئے انکی معاشی اعانت اور ضروریات زندگی کی تکمیل کی غرض سے ترغیبی مہم اور ممکنہ سعی و جہد۔

۱۴۔ ہم خیال اداروں اور تنظیموں کے ساتھ ارتباط و تعاون۔

۱۵۔ جنوبی ہند کی عظیم المرتبت دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ کے ساتھ مختلف النوع شعبہ ہائے علم و تحقیق میں معاونت کرنا۔

سرگرمیاں بیک نظر

۱۔ تاحال زائد از ۲۰ موضوعاتی مذاکرے ہو چکے ہیں۔

۲۔ کتاب THE EASY WAY OF HAJJ AND UMRAH By M. UMAR ALI KHAN شائع ہو چکی ہے

۳۔ حج فولڈر بعنوان حج ڈائجسٹ، ۱۴۱۳ھ کی اشاعت و اجرائی عمل میں آچکی ہے۔

۴۔ زائد ۲۰۰ ہفتہ واری تاریخ اسلام پر لکچرس مکمل ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر سید محمد حمید الدین شرفی
ڈائرکٹر آئی ہرک

محمد عمر علی خان
نائب صدر آئی ہرک